Epistemology: Vol.7, Issue 8 Dec 2020

OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
www.epistemology.pk

علم الاعتبار-تعارفی جائزہ

ILM AL 'ITIBAR - INTRODUCTIORY REVIEW

Ramla Khan
Ph.D Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore.

Dr. Hafiz Abdul Basit Khan
Assistant Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore.

Abstract: Tafsīr or interpretation of the Holy Qur'ān has always been a central task for Muslim exegetes. Muslim scholars of the Qur'ānic sciences interpret the verses of the Holy Qur'ān through valuable sciences. There are two basic ways of Qur'ānic interpretation; some scholars have explained the Holy Qur'ān through the sayings of the Holy Prophet (PBUH) and the narration of His companions along with the interpretation of Mufassirīn from the era of Tābi'īn and Tab'i Tābi'īn. On the other hand some scholars have explained the Holy Qur'ān with the help of 'ILM AL 'ITIBĀR on the basis on Indication. Although, the examples of such indications can be found also in the era of the Companions of the Holy Prophet (PBUH). The point of view of Muslim scholars regarding this type of Tafsir is different; some allow it and some other does not. The canvas of 'ILM AL 'ITIBĀR is bigger than Tafsīr Al Ishārī. in this article the meaning, nature and different aspects of 'ILM AL 'ITIBĀR is discussed in detail.

Key words: Interpretation of Quran by indication, 'ILM AL 'ITIBĀR, Ashraf Alī Thanawī, Interpretation of Quran with exemplification..

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے محدود الفاظ میں لامحدود معانی اور مطالب بیان فرمائے ہیں۔ان معنی و مطالب کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اہل علم حضرات نے بیش قیمت علوم کے ذریعے کلام اللہ کی توضیح و تشریح کی خدمت سرانجام دی ہے۔ان علوم میں سے ایک منفرد علم "علم الاعتبار" ہے۔اس علم کے ذریعے اصحاب تزکیہ واحسان

CC BY

جنہیں صوفیا کہتے ہیں، انہوں نے تصوف کے بنیادی اصول منکشف کیے ہیں۔ اصحاب تزکیہ واحسان پوشیدہ اشارات کی مدد سے ایسی تفسیر بیان کرتے ہیں جو آیت کے ظاہری مفہوم کے علاوہ ہے مگر اس کے ظاہری اور باطنی معنی میں تطبیق کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اس تفسیر کو تفسیر اشاری، تفسیر فیضی یا تفسیر رمزی کہتے ہیں۔ تفسیر اشاری میں علم الاعتبار کے ذریعہ لطائف ونکات کو بیان کیا جاتا ہے۔ در حقیقت تفسیر اشاری علم اعتبار کا حصہ ہے فرق یہ ہے کہ تفسیر اشاری خاص ہوتی ہے کیونکہ یہ صرف تفسیر کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ علم اعتبار خاص نہیں ہے اس کا دائرہ وسیع ہے۔

اعتبار کے لغوی معنی

اعتبار عبر سے ماخوذ ہے اس کے حروف اصلی ع، ب، ر ہیں۔ اگر اس کے لغوی معانی میں غور کیا جائے تو یہ ایک کثیر المعنی لفظ ہے، جس پر حرکات مختلف ہونے سے اس کے معنی میں وسعت آجاتی ہے۔ چنانچہ عر، عبر، عبر، عبرة، اعتبار اور تعبیر یہ تمام الفاظ اپنے اصل معنی کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں لیکن مصداق کے لحاظ سے متفرق ہوجاتے ہیں۔ لہذا اس کے معنی میں تجاوز کرنا، تعبیر بیان کرنا، کلام کی تفسیر کرنا، گزرنا، وادی کا کنارہ نصیحت، عبرت حاصل کرنا، غور کرنا، کسی چیز پر تعجب کرنا شامل ہیں۔

ان معانی کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اعتبار کی حقیقت بیان ہے، اور اسی سے عبرت کا لفظ بھی نکلا ہے، لہذا کوئی عبارت بیان کے بغیر نہیں اور کوئی بیان ایسا نہیں جس میں عبرت نہ ہو۔ جو اس عبرت کی وضاحت کرے اسے عابر کہا جاتا ہے۔ اسی لیے کلام کو بیان کہتے ہیں، کیونکہ یہ معنی اور مقصود کو کھول دیتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ[1]

یہ قرآن کریم بیان ہے لوگوں کے لئے

پھر مجمل اور مبہم کی جس چیز سے تشریح کی جائے اسے بھی بیان کہتے ہیں. ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ[2]

پھر اس کے مطالب کو واضح کر دینا بھی ہمارے ذمے ہے.

لہذا بیان اسے کہتے ہیں جس سے کسی بھی شے کی وضاحت ہو، جبکہ زبان اور تحریر اس کا آلہ ہے۔ جب کہ عبارت تعبیر کرنے والے کا کلام ہے جو متکلم کی زبان سے سامع کے سننے تک ہوتا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

والعبارة فيه مختص بالكلام، العابر الهواء من لسان المتكلم الى سمع السامع[3]

عبارۃ خاص اس کلام کو کہتے ہیں جو متکلم کی زبان سے نکل کر فاصلہ عبور کر کے سامع کی سماعت تک پہنچ جائے۔

ابن منظور لکھتے ہیں:

العبر جمع عبرة، وهي كالموعظة مما يتعظ به الانسان، ويعمل به، ويعتبر ليستدل به على غيره[4]

اس سے معلوم ہوا کہ مقصود کو سمجھانا، اسے قبول کرنا اور اس مقصود پر عمل کرنا یہ معتبر ہے۔ جبکہ عابر وہ ہے جو کسی چیز پر غور کرے، اور معتبر ایک چیز کو دوسری چیز سے ثابت کرتا ہے غور و فکر کا محتاج ہے اور صحیح غور و فکر کرنے کی قابلیت کا حامل وہی شخص ہوتا ہے جو فہم سلیم، علمی وسعت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ صفات سے آراستہ ہو۔

گویا کسی چیز کو جاننے کے لیے اس کے حکم کو ثابت کرنے والی علت میں غورر و فکر کا نام اعتبار ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف عبور اور تجاوز کرنا۔

غور و فکر کرنے والا حکم کا ثبوت دلیل کے ساتھ پیش کرتا ہے اور جس علت کے ساتھ دلیل لی گئی ہے اس کو ساتھ ملا لیتا ہے۔ اور جو غور و فکر کرتا اور تعبیر بیان کرتا ہے اس کو عابر کہتے ہیں۔ مقولہ ہے۔ "عبر الرؤیا" اس نے خواب کی تعبیر بیان کی۔

اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اعتبار "عبر" سے لیا گیا ہے اور اس کا معنی نہر کا کنارہ ہے۔ اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والا عابر کہلاتا ہے کیوں کہ وہ خواب کے دونوں کناروں میں غور و فکر کرتا ہے۔ یعنی خواب کی ابتداء اور انتہا میں جو دیکھا گیا ہے اس میں غور و فکر کرتا ہے۔[5]

اعتبار کی اصطلاحی تعریف

علماء کرام کے یہاں اعتبار کی مختلف تعریفات ملتی ہیں:

ا۔ علامہ بزدوی نے "اصول بزدوی" میں اعتبار کی تعریف بیان کی ہے۔

الاعتبار هو رد الشیء الی نظیره[6]

2۔ بعض علماء نے اس تعریف میں اضافہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

رد الشیء الی نظیره بان یحکم علیه بحکمه[7]

کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف اس طرح لوٹانا کہ جو حکم پہلی پر ہے وہی حکم اس کی نظیر پر بھی لگ جائے

لیکن اس تعریف سے اعتبار کی حد قائم ہو جاتی ہے گویا یہاں اعتبار کو عین قیاس قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ اعتبار عین قیاس نہیں ہے بلکہ یہ مطلق طور پر کسی چیز کو اس کی نظیر کی جانب لوٹانا ہے۔ یہ اعتبار کبھی تو قرآن کی آیات میں ہوتا ہے اور کبھی حدیث کے جمع کرنے میں متابعات اور شواہد کے ذیل میں اعتبار کا استعمال کیا جاتا ہے۔ نیز مختلف علوم میں جہاں بھی کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹایا جائے تو یہ اعتبار میں شامل ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اعتبار قیاس کی نسبت عام بھی ہے اور زیادہ وسعت بھی رکھتا ہے،

3۔ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

فالمعنی رد الشیء الی نظریة فی من اطه فی المثلات وغیرها ولفظ الاعتبار موضوع لهذا المعنی[8]

کسی چیز کی علت میں غور و فکر کرتے ہوئے اسی کی مثل دوسری چیز کی طرف لوٹانا۔ اس معنی کے لیے جو لفظ وضع ہوا ہے وہ اعتبار ہے۔

4۔ امام غزالی نے اعتبار کی تعریف کچھ یوں بیان کی ہے

"اعتبار سے مراد کسی چیز سے اس کی نظیر کی طرف اس طرح التفات کرنا ہے کہ وہ دونوں معنی میں شریک ہوں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انگلیوں پر قیاس کیوں نہیں کرتے؟"[9]

یہاں پر امام غزالی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کے جس قول کو ذکر کیا ہے وہ مکمل روایت موطا امام مالک میں مذکور ہے، کہ ابی غطفان بن طریف روایت کرتے ہیں کہ مروان بن حکم نے ان کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کے پاس بھیجا تاکہ ان سے پوچھیں کہ ڈاڑھ کی کیا دیت ہے؟ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا کہ اس میں پانچ اونٹ ہیں مروان نے ان کو دوبارہ بھیجا اور پوچھا کہ کیا آپ سامنے کے دانت اور ڈاڑھوں کو برابر رکھتے ہیں؟ ابن عباس رضی

اللہ عنھما نے کہا کہ اگر تو دانتوں کو انگلیوں پر قیاس کرلیتا تو کافی تھا۔ ہر ایک انگلی کی دیت ایک ہی ہے۔ اگر منفعت کسی سے کم ہے کسی سے زیادہ ایسا ہی دانت اور ڈاڑھ بھی سب یکساں ہیں[10]

5۔ابن عاشور اعتبار کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاعتبار: النظر فی دلالة الاشیاء علی لوازمها وعواقبها واسبابها[11]

اشیاء کے لوازم، عواقب اور اسباب پر دلالت کرنے میں غور و فکر کرنا اعتبار کہلاتا ہے۔

6۔علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الاعتبار والعبرة بالحالة التی یتوصل بها من معرفة المشاهد الی ما لیس بمشاهد[12]

اعتبار کسی دیکھی ہوئی چیز کے ذریعے اَن دیکھی چیز کو حاصل کرنا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کو جاننے کے لیے اس میں نظر و فکر کرنا اعتبار ہے اور جو کسی چیز میں غور کرے وہ عابر کہلاتا ہے اور ہر شخص اس غور و فکر کی استطاعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ غور و فکر کے ذریعے نصیحت حاصل کرنے کے لیے فہم سلیم، تدبر، تبحر اور تعمق کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ منتخب بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ عابر کسی چیز میں غور و فکر کرتا ہے اور کسی مشبہ کو دوسرے مشبہ سے واضح کرتا ہے اور ایک چیز کو دوسری پر قیاس کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بات جو پوشیدہ ہے وہ نتیجہ خیزی میں ڈھل جاتی ہے۔ اسی لیے خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کو عابر کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ خواب میں پوشیدہ بات کو واضح کرتا ہے۔

علم اعتبار اور قرآن

علامہ زرکشی "البرہان" میں ذکر کرتے ہیں کہ علوم القرآن میں قرآنی الفاظ سے متعلق چار علوم ہیں۔ اعراب، نظم، تصریف اور اعتبار۔ اعتبار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اعتبار بقیہ تین علوم کے لئے بمنزلہ معیار کے ہے اور استنباط اور استدلال کا دارومدار اسی پر ہے۔ پھر اعتبار کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ومعنی اعتبرت الشیء طلبت بیانه [13]

اعتبار کا معنی ہے وضاحت طلب کرنا، بیان کرنا۔

علامہ زرکشی نے یہاں اعتبار کی مزید وضاحت کی ہے کہ اعتبار کئی طرح کا ہو سکتا ہے، جیسے کوئی کہے أتاني غير زيد اس کا ایک مطلب یہ ہوا کہ زید بھی آیا اور اس کے علاوہ بھی کوئی آیا اور اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ زید کے علاوہ کوئی آیا، زید نہیں آیا۔اسی طرح قرآن میں ہے وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (سورۃ المائدہ:2) یہاں پر اصْطَادُوْا امر کا صیغہ ہے اور امر کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے لیکنیہاں اباحت مراد ہے ۔ اور کبھی اعتبار کسی دوسری آیت سے ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالی ہے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا (فاطر:45) اس کا اعتبار سورۃ واقعہ کی آخری آیات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ لوگوں کے تین درجات ہوں گے اور اللہ تعالی ہر ایک گروہ کو اس کے مرتبہ رکھے گا گویا کہ اللہ تعالی ان کے درجات کو خوب دیکھ رہا ہے۔اور کبھی اعتبار اس طرح بھی ہوتا ہے جیسے سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوتا ہے قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ (البقرۃ:97) اس کا پس منظر اس حدیث سے سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ کہتے تھے اگر میکائیل وحی لاتے تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے کیونکہ وہ خیر لاتے ہیں اور جبرائیل کبھی بھی خیر نہیں لائے۔ حالانکہ قرآن سے بڑھ کر کون سی چیز خیر ہو سکتی ہے ۔ [14]

یہاں امام زرکشیؒ نے قرآن میں اعتبار کو ایک وسیع مفہوم کے تحت بیان کیا ہے۔جبکہ قرآن سے علم اعتبار کے ذریعہ جو نکات و لطائف بیان کیے جاتے ہیں ان کی تفصیل ہمیں مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان کردہ وضاحت میں ملتی ہے۔انہوں نے نصوص قرآنی کی طرف منسوب ہونے والے احکام کی دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔پہلی قسم میں وہ احکام ہیں جن پر نصوص قرآنی معتبر وجوہ دلالات کے ذریعے دلالت کرتے ہیں پھر آگے ان کی دو قسمیں بیان کی ہیں کہ اگر یہ دلالت واضح ہو تو اسے تفسیر کہتے ہیں اور اگر یہ دلالت استنباطایعنی اجتہاد اور غور کے ذریعے ہو تو اسے فقہ اور اجتہاد کہتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ احکام شامل ہیں جن کو ان نصوص سے کسی طرح کی مناسبت یا مشابہت ہوتی ہے۔حضرت تھانوی نے اس کی تفصیل کچھ یوں بیان کی ہے:

> ”احکام کی دوسری قسم یہ ہے کہ نصوص دلالت کے وجوہ معتبرہ مذکورہ کے اعتبار سے ان احکام پر دلالت نہیں کرتے۔ لیکن جن احکام کو نصوص کی طرف مستند کیا ہے، ان احکام کو ان نصوص کے مدلولات سے گونہ مناسبت و مشابہت ہے اس مناسبت کے سبب ان احکام مدلولہ سے ان احکام مستندہ کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے، اور اس تعلق کے سبب بناء پر قاعدہ الشیء بالشیء یذکر (یعنی ایک چیز

دوسری چیز کے ساتھ ذکر کر دی جاتی ہے)اس حکم کو اس نص کے ذیل میں بطور تشبیہ کے ذکر کر دیا جاتا ہے اور اس قسم کے احکام کو مدلول نص اور ثابت بالنص کہنا یقیناً تفسیر بالرائے اور تحریف نصوص اور سخت معصیت ہے جس پر وعید شدید وارد ہے جن میں سے بعض تمہید میں مذکور ہو چکی ہے، لیکن اگر مدلول نص نہ کہا جائے تو تحریف و تفسیر بالرائے کی حد سے تو نکل گیا، باقی رہا جواز وعدم جواز اس میں تفصیل یہ ہے کہ وہ حکم اگر دین میں مطلوب ہو جس کی علامت یہ ہے کہ وہ دوسری نصوص سے بوجوہِ دلالت معتبرہ قسم اول مقصوداثابت ہو تب تو جائز ہے اور ہمیشہ امت میں معمول بہ رہا ہے، خصوصاً صوفیہ میں اور اس کا نام علم اعتبار ہے اور وہ حکم دین میں مطلوب نہ ہو خواہ فی نفسہ صحیح ہی ہو جس کی علامت ابھی مذکور ہوئی تو وہ ناجائز اور داخل غلو و تکلف منی عنہ ہے۔"[15]

ایک اور مقام پر حضرت تھانویؒ علم اعتبار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کی تفسیر وہی ہے جو علمائے مفسرین نے لکھی ہے لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مضمون مدلول ومقصود بالقرآن ہے اس کے مشابہ کوئی دوسرا مضمون ہوتا ہے تو مدلول قرآنی سے ذہن مشابہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسے زید اور عمرو میں مناسبت ہو اور زید کا حال بیان کرتے ہوں اور عمرو یاد آ جائے اور اس انتقال ذہنی کی وجہ سے اس مدلول قرآنی پر اس مضمون مشابہ کو قیاس کر کے اس کے لیے بھی وہی حکم جو مدلول قرآنی کے متعلق ہے ثابت کرنے لگتے ہیں تو مقصود اس کا اس نص میں مضمون کا داخل کرنا نہیں بلکہ محض قیاس و تمثیل کا قصد ہوتا ہے مثلاً آیت "طهر بيتي"(کعبہ کی تطہیر)) کی تفسیر سے ذہن منتقل ہوا کہ انسان میں بھی ایک چیز کعبہ کے مشابہ ہے اور وہ قلب ہے کیونکہ جس طرح تطہیر کعبہ ضروری ہے کیونکہ وہ مورد تجلیات ہے اسی طرح چونکہ قلب بھی مورد تجلیات ہے اس کی تطہیر ضروری ہے اور مورد تجلیات علت مشترکہ ہے اس کو علم الاعتبار کہتے ہیں جس کی اجازت **فاعتبروا يا أولي الأبصار** میں موجود ہے اور جمیع فقہاء مجتہدین احکام میں اس کا استعمال کرتے ہیں بس اگر اس معنی مقیس کو کوئی شخص مجازاً مدلول نص کہہ دے بایں معنی کہ قیاس مظہر ہے نہ مثبت تو اس میں کوئی بات قابل مواخذہ نہیں۔امام غزالیؒ نے بعض تصنیفات میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔"[16]

حضرت تھانوی کی بیان کردہ وضاحت سے چند نکات سامنے آتے ہیں

الف۔ علم الاعتبار میں تین چیزیں ہیں جنہیں اعتبار کے ارکان بھی کہہ سکتے ہیں،

1۔ اصل (مدلول قرآنی)　2۔ منظور فیہ (مضمون مشابہ)　3۔ دونوں کے درمیان مناسبت

ب۔ علم اعتبار مدلول نص اور ثابت بالنص نہیں ہے۔

ج۔ علم اعتبار کا مقصد تفسیر نہیں بلکہ قرآنی لطائف و اسرار کا کشف و اظہار ہے۔

س۔ علم اعتبار کے ذریعہ وہ دینی احکام مستنبط ہوتے ہیں جنہیں نصوص کے مدلولات سے مشابہت ہوتی ہے۔اور وہ دلائل شریعہ سے ثابت ہوتے ہیں۔

اعتبار کی اقسام

علامہ شاطبیؒ نے الموافقات میں اعتبار کی دو اقسام ذکر کی ہیں

1۔ قرآنی اعتبار

2۔ غیر قرانی اعتبار

ان اقسام کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

یعنی قرآن کے اعتبارات جو بصیرت رکھنے والے دلوں پر ظاہر ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس کا اصل منبع قرآن ہے اور باقی موجودات اس کے تابع ہوں کیونکہ صحیح اعتبار وہ ہے جس میں بصیرت کا نور بغیر توقف کے کائنات کے پردوں کو چاک کردے اور دوسری قسم وہ ہے جس میں اصل منبع موجودات ہوں خواہ جزئی ہوں یا کلی اور اعتبار قرآن میں ان موجودات کا تابع ہو۔[17]

امام شاطبیؒ نے ان قسموں کو قرآنی اعتبار، اور وجودی اعتبار کا نام دیا ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے

1۔ پہلی قسم (قرآنی عتبار)

اعتبار کی یہ پہلی قسم جس کا اصل منبع قرآن ہو اور موجودات اس کے تابع ہوں

علامہ شاطبیؒ اس اعتبار کے بارے میں لکھتے ہیں

اعتبار کی یہ قسم درست ہے، اور یہ قرآن کے باطنی معنی کا فہم حاصل کرنے کا معتبر طریقہ ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔[18]

امام شاطبیؒ مزید لکھتے ہیں کہ اس اعتبار میں اصل قرآن ہے، اس میں قرآن کے درست معنی بیان کرتے ہوئے مفسر ان معنی کے موافق دیگر احکام بھی ذکر کر دیتا ہے۔ لیکن قرآن کا یہ فہم مکلفین پر ان کے احوال کے مطابق وارد ہوتا ہے مطلقا نہیں ہوتا لہذا جو کوئی اس طریقے پر چلتا ہے تو گویا وہ صراط مستقیم پر چل رہا ہے یہ قرآنی اعتبار صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں اور تقلید یا اجتہاد کرتے ہوئے قرآن پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اعتبار کرتے ہوئے اس کی حدود سے باہر نہیں نکلتے جیسا کہ وہ قرآن پر عمل کرنے اور قرآن کے اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے میں بھی حدود کا خیال رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے تو فہم کے وہ دروازے کھلتے ہیں جو احکام کے متوازی ہوتے ہیں جس سے ان پر یہ بات لازم ہوتی ہے کہ وہ اس اعتبار کے مطابق چلیں، اس پر وہ تمام باتیں شاہد ہیں جو سلف صالح سے نقل کی جاتی ہیں۔[19]

دوسری قسم (غیر قرآنی اعتبار)

اعتبار کی دوسری قسم جس میں اصل منبع موجودات ہوں اور اعتبار قرآن میں ان موجودات کا تابع ہو۔

اس قسم کے بارے میں علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

فالتوقف عن إعتباره في فهم باطن القرآن لازم

یعنی اگر اعتبار کی یہ دوسری قسم ہو تو قرآن کے فہم کے اعتبار میں توقف کرنا لازم ہے۔

امام شاطبیؒ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ اعتبار کی اس قسم کو مطلقا قبول کرنا ناجائز ہے۔ ہاں اگر چند شرائط کا خیال رکھا جائے تو پھر یہ قابل قبول ہے۔ اس اعتبار کو امام شاطبیؒ نے غیر قرآنی یا وجودی اعتبار کہا ہے۔ ان کے نزدیک اس اعتبار کو قرآن کے معنی پر اتارنا درست ہو گا، کیونکہ وہ بھی وجودی ہے اگرچہ بظاہر یہ بات ان دونوں میں مشترک ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ اس اعتبار میں معتبر (اعتبار کرنے والا) شاہد اور موافق کا مطالبہ نہیں کرتا، الا یہ کہ مربی اس بات کا مطالبہ کرے اور مربی کا مطالبہ کرنا ایک خاص امر ہے اور یہ علم اس خاص امر کو لازم قرار نہیں دیتا۔ مطلب یہ کہ اس اعتبار میں چونکہ عام

طور پر شاہد اور موافق کو طلب نہیں کیا جاتا لہذا اس اعتبار میں توقف کیا جائے گا۔ چنانچہ دل سے مراد جار ذاقربی ہونا اور جار الجنب سے مراد نفس طبیعی کو لینا اسے مطلقا اعتباری معنی شمار کرنا درست ہے۔ جو لوگ اس علم میں رسوخ رکھتے ہیں ان کے لیے یہ اعتبار آسان ہے اور وہ اس کی شرائط کا لحاظ بھی رکھتے ہیں لیکن جو لوگ راسخ فی العلم نہ ہوں وہ اس کی وجہ سے تباہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔[20]

اعتبار کی ان دونوں اقسام سے متعلق مثالیں امام غزالی کی کتب مشکوۃ الانوار، احیاء العلوم اور جواہر القرآن میں موجود ہیں۔

اور دور حاضر میں اعتبار کی مثالیں مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القران کے حاشیہ میں تحریر کی گئی ہیں۔ یہ حاشیہ بعد میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب کی صورت میں طبع ہوا ہے۔ اس کتاب کا نام "مسائل السلوک من کلام ملک الملوک" ہے۔

علم اعتبار کے جواز کے دلائل

قرآن حکیم میں جابجا اعتبار کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ[21]

اس آیت کے ذیل میں ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:

فيه أمر بالاعتبار والقياس في أحكام الحوادث ضرب من الاعتبار، فوجب استعماله بظاهر الآية.[22]

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ کے واقعات اور قصص کے ذریعہ اعتبار کرنے کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ماضی کی امتوں کے مختلف احوال سے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِمَنْ يَخْشَى[23]

اسی طرح فرعون کے قصہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ[24]

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی چیزوں کے ذریعہ اعتبار کرنے کا حکم دیا تاکہ انسان اس اعتبار کے ذریعہ اللہ کی معرفت حاصل کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً[25]

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ[26]

ان تمام آیات میں ان اموال اور اشیاء سے عبرت حاصل کرنے کا حکم آیا ہے اور یہی علم الاعتبار ہے کہ دوسرے کے قصے کو اپنی حالت پر کسی مناسبت کے پائے جانے کی وجہ سے منطبق کیا جائے اور اس سے سبق حاصل کیا جائے۔

احادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے بھی اعتبار ثابت ہے۔ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فن اعتبار را معتبر داشتہ اند و دران راہ سلوک فرمودہ اند تا سنت باشد علمائے امت را و فتح طریقی باشد علوم موہوبہ [27]

یعنی حضور اکرم ﷺ نے اعتبار کے فن کو معتبر قرار دیا ہے، اور خود اعتبار کے راستے پر چل کر دکھا دیا تا کہ یہ طریقہ علمائے امت کے لیے سنت بن جائے اور ان کے لیے وہبی علوم میں سے ایک علم کا دروازہ کھل جائے۔

شاہ ولی اللہ نے دلیل کے طور دو احادیث نقل کی ہیں:

1۔ صحیح بخاری کی کتاب تفسیر القرآن میں حضرت علی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ میں شریک تھے ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے کر آئے اور بیٹھ گئے تو ہم بھی آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ اسے زمین پر مارنے لگے اور فرمانے لگے تم میں سے ہر جاندار کے لئے اس کی جگہ جنت یا جہنم لکھ دی ہے اور نیک بخت اور بدبخت ہونا لکھ دیا ہے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اپنے لکھنے پر بھروسہ نہ کریں؟ اور عمل چھوڑ دیں ہم میں سے جو شخص سعادت والوں میں سے ہوگا وہ اہل سعادت کے کام کرے گا اور جو شخص بدبخت ہوگا وہ بدبختوں کی طرز پر جائے گا، آپ نے فرمایا کہ نیک لوگ نیک بختی کے عمل کے لئے آسان کئے جائیں گے اور بدبخت لوگ بدبختی کے عمل کے لئے آسان کئے جائیں گے پھر آپ ﷺ نے آیت (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ) آخر تک پڑھی۔[28]

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

اگرچہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص نے یہ افعال کیے اس کو جنت کی بے بہا نعمتیں عطا کی جائیں گی، اور جو ان کے خلاف کا مرتکب ہوا اس پر دوزخ اور عذاب کا راستہ کھول دیا جائے گا لیکن اعتبار کے ذریعے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر شخص کو ایک ایسی حالت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور وہ حالت اس پر طاری ہو جاتی ہے خواہ وہ اس سے واقف ہو یا نہ ہو، لہذا اعتبار کے ذریعے اس آیت کا تقدیر کے مسئلہ کے ساتھ ربط ہو گیا۔[29]

2۔ صحیح مسلم کی کتاب القدر میں عمران بن حصین سے مروی ہے ایکمر تبہقبیلمزنیہکے دو آدمیر سولکریمصلیاللہعلیہو سلمکیخدمتمیں حاضر ہوئے اور عرضکیااے اللہکے رسولآپصلیاللہعلیہو سلماسبارےمیں کیافرماتے ہیں کہلوگآجعملکیچیز کے مطابق کرتے ہیں اور کسوجہسے اس عمل میں مشقتبرداشتکرتے ہیں؟ کیا اس وجہ سے کہ یہکوئیایسیچیز ہے جسکے بارے میں حکمصادر ہو چکااور اسمیں تقدیر جاریہو چکیہے یا اس وجہ سے کہ انکے نبیصلیاللہعلیہو سلمجواحکاملے کرئے ہیں اور تبلیغکیحجتانپر قائمہو چکیہے لہذا اسکے مطابقعمل کرتے ہیں ؟ اس پر آپصلیاللہعلیہو سلمنے فرمایانہیں بلکہانکاعملاسچیز کے مطابقہے جسکافیصلہو چکاہے اور اسمیں تقدیر جاریہو چکیہے اور اس بات کیتصدیقاللہکیکتابمیں موجود ہے، ارشاد باری تعالی ہے (وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا) اور قسمہے انسانکیاور جسنے اسکو بنایااور اسے اسکیبدیاور نیکیکاالہامفرمایا۔[30]

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

> معنی منطوقش آن ست کہ بر بر واثم مطلع ساخت لیکن خلق صورت علمیہ بر واثم را بآں بر واثم اجمالا در وقت نفخ روح مشابہتے ہست پس باعتبار می تواں بایں دریں مسئلہ استشہاد کرد واللہ اعلم[31]
>
> یعنی اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر انسان کو نیکی اور بدی پر مطلع فرمایا، لیکن نیکی اور بدی کی صورت علمیہ کے پیدا کرنے کو نفخ روح کے وقت ان کو اجمالا پیدا کرنے کے ساتھ مشابہت ہے اس لیے بذریعہ اعتبار اس آیت سے مسئلہ تقدیر میں فصل کر سکتے ہیں۔

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تقدیر سے کس طرح تائید ہوتی ہے؟ اس کی وضاحت میں مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں

"اس کا جواب شاہ صاحب نے دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں بھی علم اعتبار کے طور پر تشبیہ دی ہے کہ جس طرح فجور و تقوی کا القاء ہوا ہے اسی طرح اعمال کو مقدر بھی کر دیا گیا ہے۔"[32]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی علم اعتبار کا استعمال منقول ہے۔ جس کی ایک مثال امام غزالی کی بیان کردہ تعریف میں گزری ہے (**هلا اعتبروا بالأصابع**)۔ایک اور مثال مولانا اشرف علی تھانویؒ نے وضاحت سے بیان کی ہے کہ ابن عباسؓ نے :اعلمواان اللہ یحیی الارض بعد موتھا کی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں ارض سے مراد مردہ قلوب ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتے ہیں ورنہ زمین کا حال تو سب کو معلوم ہے۔(یعنی اس کی حالت بتلانے کا اتنا اہتمام ضروری نہ تھا) یہ بھی علم اعتبار ہی ہے اور ان معنی سے تفسیر مشہور کی نفی کرنا مقصود نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اے مخاطب تجھ کو اس آیت میں مدلول پر اکتفانہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ تو ظاہری ہے بلکہ اس سے قلوب کی حالت کی طرف انتقال کرنا چاہیے کہ دلوں کی بھی وہی حالت ہے جو زمین کی حالت مشاہد ہے۔[33]

ان دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علم اعتبار قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔لہذا یہ غلط فہمی دور ہوتی ہے کہ یہ اعتبار نہ تو صوفیاء کی بدعت ہے اور نہ ہی کوئی خود ساختہ علم ہے اس کی اصل نصوص میں موجود ہے ۔لہذا علم اعتبار کے ذریعے لطائف و نکات اخذ کرنے کو ملحدین کا طریق سمجھنا غلط ہے،البتہ اس کی چند شرائط وضوابط ہیں جن کا خیال رکھنا لازم ہے ۔جو شخص فہم قرآن میں علم اعتبار کا استعمال کرے اور حدود سے تجاوز کرے وہ بالاتفاق گمراہ ہے ۔حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں

"جو لوگ علم اعتبار کی رعایت کرنے میں صوفیہ پر زندقہ والحاد کا فتویٰ لگاتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ہاں جو اس کو قرآن کی تفسیر سمجھے اس کے زندقہ والحاد میں ہم کو بھی کلام نہیں"۔[34]

علم اعتبار کی غرض وغایت

علم الاعتبار کا مقصد تفسیر و تعیین بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد کشف واظہار ہے۔ چنانچہ علم الاعتبار کے ذریعے عظمت، تبکیت، توبیخ، تعریض وغیرہ کے مقامات ظاہر ہوتے ہیں اور قرآنی آیات میں پوشیدہ اسرار و معنوی نکات منکشف ہوتے ہیں۔ جب کہ خطاب میں اعتبار سے مقصود مخاطب کو تنبیہ ہوتی ہے تاکہ درست اور غلط میں تمیز ظاہر ہو

جائے۔اگر آیات قرآنیہ کے معنی و مفہوم بیان کرنے کے لیے علم الاعتبار سے کام نہ لیا جائے تو آیات کے اسرار معنوی پوشیدہ رہتے ہیں۔

علم اعتبار کی حدود و قیود

اعتبار کے صحیح ہونے کے لیے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ جو نکات علم اعتبار کے ذریعہ اخذ کیے جا رہے ہیں انہیں تفسیر نہ کہا جائے۔جیسا کہ امام شاطبیؒ نے سہل بن عبداللہ کے بیان کردہ بعض نکات کے بارے میں لکھا ہے

ان نکات کی صحت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ اس آیت کی تفسیر ہے[35]

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

واما الاشارات صوفیہ واعتبارات انسان حقیقت از من تفسیر نیست بلکہ نزدیک استماع قرآن چیز پا ہر دل سالک ظاہر میگر ودر میان نظم قرآن وحالتے کہ آن سالک کہ آں سالک دارد یا معرفتیکہ اور حاصل ست متولد میشود[36]

یعنی صوفیاء کرام کے اشارات واعتبارات در حقیقت علم تفسیر کا جزء نہیں بلکہ سالک کے دل پر بعض ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو نظم قرآن حکیم اور سالک کے حال (جو اس پر طاری ہوتا ہے) اور معرفت (جو اسے حاصل ہوتی ہے) کے مابین پیدا ہوتی ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے علم اعتبار کی حقیقت کچھ اس طرح بیان کی ہے جس سے علم اعتبار کی حدود و قیود واضح ہو کر سامنے آتی ہیں وہ فرماتے ہیں:

”بہر حال علم اعتبار کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مشبہ کو دوسرے مشبہ بہ سے واضح کیا جائے ثابت نہ کیا جائے بلکہ مشبہ ثابت بدلیل آخر ہے اور یہ نہ مجاز میں داخل ہے خواہ مجاز مرسل ہو خواہ استعارہ کیونکہ کنایہ میں موضوع لہ کے مراد نہ ہونے پر قرینہ ہوتا ہے اسی لیے غیر موضوع لہ مراد ہوتا ہے اور یہاں نہ موضع لہ کے غیر مراد ہونے کا کوئی قرینہ ہے نہ غیر موضوع لہ مراد ہے اور نہ یہ کنای ہمیں داخل ہے کیونکہ کنایہ میں معنی موضوع لہ متروک نہیں ہوتے بلکہ کلام کا مدلدل اصلی وہی موضوع لہ ہوتا ہے مگر مقصود اس کا لازم یا ملزوم ہوتا ہے جیسے طویل النجاد کہ اس میں مدلول وضعی متروک نہیں مدلول کلام وہی

ہے مگر مقصود طویل القامہ ہے کیونکہ طویل النجاد کے لیے طویل القامہ لازم ہے اور اعتبار میں وہ معنی نہ مقصود ہے نہ مدلول کلام ہے۔ پس یہ اعتبار گویا قیاس تصرفی ہے اور مشابہ ہے قیاس فقہی کے مگر ہمیں قیاس فقہی نہیں کیونکہ قیاس فقہی میں علت جامعہ موثر ہے حکم مقیس میں اس لیے وہ حکم منسوب الی القیاس ہوتا ہے یہاں یہ بھی نہیں صرف مقیس مقیس میں تشابہ ہے۔ اور اس مشابہت کو حکم میں کوئی اثر نہیں بلکہ وہ حکم خود مستقل دلیل سے ثابت ہے یہ حقیقت ہے علم اعتبار کی پس صوفیہ تو اس کے حدود سے نہیں نکلتے کیونکہ وہ معانی منقولہ کے نہ مدلولیت کے منکر ہیں نہ مقصودیت کے"[37]

ایک اور مقام پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کوئی اس کو قیاس نہ سمجھے، یہ صرف صورت قیاس ہے، بعض ظاہر بینوں نے اس کو قیاس میں داخل کیا ہے اور معنی اعتباری کو نص کا مدلول کہا ہے مگر یہ قیاس نہیں فقط تذکر اور انتقال ذہنی ہے کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا یاد آجائے۔[38]

اس سے معلوم ہوا کہ علم اعتبار کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل حدود کا خیال رکھنا لازمی ہے:

1- اعتباری معنی کو تفسیر قرار نہ دیا جائے۔

2- اعتباری معنی کو قیاس فقہی نہ سمجھا جائے

3- اعتباری معنی کو مدلول آیت نہ قرار دیا جائے۔

4- اعتباری معنی میں آیات کے ظاہری معانی کا انکار نہ کیا جائے۔

5- علم اعتبار کے ذریعہ جو حکم مستنبط ہو رہا ہے وہ دین میں مطلوب ہو۔

6- علم اعتبار سے جو اعتباری معنی اخذ کیے جا رہے ہیں ان کی صحت دلائل شرعیہ سے ثابت ہو۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی عبارت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اعتبار نہ تو استعارہ ہے اور نہ ہی کنایہ ہے۔ نیز اعتبار کو قیاس سمجھنا بھی درست نہیں۔ بعض اوقات اعتبار اور قیاس میں فرق نہیں کیا جاتا اور کبھی علم اعتبار کو علم تعبیر یا تفاول کے برابر سمجھ لیا جاتا ہے۔ ان تمام فروق کو ذیل میں مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔ جس سے اعتبار کی حقیقت مزید واضح ہو گی۔

علم اعتبار اور قیاس میں فرق

اگرچہ اعتبار قیاس فقہی کے مشابہہ ہے لیکن یہ عین قیاس نہیں ہے۔اعتبار اور قیاس میں واضح فرق ہے جس کے چند اہم نکات درج ذیل ہے:

ا۔ قیاس کے چار ارکان ہیں،اصل،فرع،علت اور حکم شرعی۔اعتبار میں تین چیزیں ہیں اصل،منظور فیہ اور ان دونوں کے درمیان مناسبت کا ہونا۔

2۔ اعتبار سامع اور قاری کے ساتھ خاص ہوتا ہے جبکہ قیاس متکلم اور نتیجہ نکالنے والے کے ساتھ خاص ہے۔

3۔ قیاس فقہی حجت شرعیہ ہے جبکہ علم اعتبار حجت شرعیہ نہیں ہے۔

4۔ قیاس فقہی میں اشتراک علت کی بنا مقیس کے حکم کو نص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔جبکہ اعتبار میں مقیس میں موجود حکم دوسری مستقل دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔

5۔ قیاس فقہی سے احکام شرعیہ مستنبط کیے جاتے ہیں جبکہ اعتبار کے ذریعہ احکام کی توضیح اور تائید مقصود ہوتی ہے۔

6۔ قیاس فقہی حقیقی قیاس ہے لہٰذا اس کے لیے قیاس کے تمام احکام ثابت ہیں جبکہ علم اعتبار حقیقی قیاس نہیں بلکہ صورت قیاس ہے۔

7۔ علم الاعتبار کے لیے قیاس کے احکام ثابت نہیں ہوتے۔

8۔ قیاس فقہی مدلول قرآنی ہے اعتبار غیر مدلول قرآنی ہے۔

علم اعتبار اور علم تعبیر میں فرق

علم تعبیر یعنی خواب کی تعبیر بتانا ایک ایسا فن ہے جس میں تعبیر بتانے والا خواب کی ابتداء سے لے کر انتہا تک جو کچھ دیکھا گیا ہے،اس میں غور و فکر کرتا ہے اور خواب کی تعبیر بتاتا ہے۔چنانچہ خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کو عابر کہتے ہیں۔خوابوں کی تعبیر کا علم صلحاء اور بزرگان دین کی طرف منسوب ہونے کی بناء پر اہمیت رکھتا ہے۔لیکن یہ علم کسی بھی درجہ میں حجت نہیں ہے۔علم تعبیر اور علم اعتبار میں ایک بات مشترک ہے،وہ یہ کہ ان دونوں کا تعلق مناسبات سے ہے جس کی وجہ سے ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ کوئی مناسبت ہونے کی بنا پر بیان کیا جاتا ہے لیکن بہر حال ان دونوں میں درج ذیل فرق ہے۔

۱۔ علم اعتبار علم تعبیر کی نسبت زیادہ اشرف ہے۔

۲۔ علم تعبیر میں صرف احکامِ تکوینیہ یعنی کائنات کا غیبی نظام اور اس سے متعلق امور مثلاً مدت حیات، بارش، حوادث، آفات، نعمت، مصیبت وغیرہ معاملات پر استدلال کیا جاتا ہے جبکہ علم اعتبار سے خالص احکام شرعیہ پر استدلال کیا جاتا ہے۔[39]

علم اعتبار اور تفاؤل میں فرق

علم الاعتبار اور تفاول میں فرق کو سمجھنے سے پہلے تفاول کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے کہ اس کی تعریف اور حکم کیا ہے؟

تفاؤل کی تعریف:

تفاؤل کا معنی اچھے کلام کو سن کر اس سے اچھا شگون لینا ہے، اور اگر وہ کوئی برا کلام ہو تو وہ طیرۃ یعنی بدشگونی ہے، فأل کا لفظ عام طور سے خیر اور اچھے پہلو کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

نہ چھوت کی بذات خود کوئی حقیقت ہے اور نہ بدشگوکی کی، اور مجھے نیک فال پسند ہے[40]

لفظ فال کا استعمال کبھی شر کے لیے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے

ولا فأل عليك: لا ضير[41]

یعنی تمہارا کوئی نقصان نہ ہو،

حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی موجودگی میں طیرۃ کا تذکرہ آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بدشگونی کوئی چیز نہیں اور بہترین طیرہ فال ہے، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! فال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھی بات جو تم میں سے کوئی سنے۔[42]

فقہاء نے بھی فال کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے، چنانچہ علامہ قرآفی نے فال کی تعریف یوں کی ہے:

وأما الفأل فهو ما يظن عنده الخير عكس الطيرة[43]

فال وہ ہے جس کو سن کر خیر کا گمان ہو، یہ طیرۃ اور تطیر کے برعکس ہے۔

یعنی کبھی فال کا لفظ خیر کے لیے متعین ہوتا ہے، کبھی شر کے لیے متعین ہوتا ہے اور کبھی دونوں کا احتمال ہوتا ہے، پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ بغیر کسی قصد و ارادے کے کسی کے کان میں کوئی اچھا لفظ پڑ جائے، مثلاً یافلاح، اور یا مسعود کا لفظ سن کر یا کسی آدمی یا بچے کا اچھا نام سن کر دل میں خوشی کی بات محسوس کی جائے۔

تفاؤل کا شرعی حکم

فال لینے کا کے کئی طریقے ہیں جن میں سے صرف ایک طریقہ مباح ہے اور دیگر طریقے درست نہیں ہیں۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مباح فال

فال کا مباح طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص قصد وارادے کے بغیر کوئی اچھا لفظ یا اچھی بات سنے اور اس سے خوش ہو، یا کوئی اپنے لڑکے کا اچھا نام رکھے اور اس کو سن کر خوش ہو۔علامہ قرافی فال کی ان دونوں صورتوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فهذان القسمان هما الفأل المباح[44]

فقہاء کا اس بات اتفاق ہے کہ بغیر کسی ارادہ کے کوئی اچھا لفظ سن کر اس سے نیک شگون لینا جائز ہے، جیسے کوئی مریض "یا سلم" کا لفظ سنے یا کوئی گم شدہ چیز کو تلاش کرنے والا "یا واجد" کا لفظ سنے اور اس سے اس کے قلب کو راحت ملے،

جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کام کے لیے نکلتے تو 'یا راشد یا نجیح" جیسے الفاظ سننا آپ ﷺ کو پسند تھا۔[45]

ایک اور جگہ روایت ہے کہ آپ ﷺ کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جب کسی شخص کو کسی جگہ کا عامل بنا کر بھیجتے تھے تو اس کا نام دریافت کرتے تھے، اس کا نام پسندیدہ ہوتا تو اس سے خوش ہوتے تھے اور چہرے کی بشاشت سے آپ کی پسندیدگی ظاہر ہو جاتی تھی، اسی طرح اگر کوئی نام ناپسند ہوتا تو چہرے کی ناگواری سے آپ کی ناپسندیدگی عیاں ہو جاتی تھی، آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کسی گاؤں میں جاتے تو اس کا نام دریافت فرماتے، اچھا نام ہوتا تو آپ ﷺ خوش

ہوتے اور آپ کے چہرے سے اس کی بشاشت ظاہر ہو جاتی، اور اگر وہ نام ناپسندیدہ ہوتا تو اس کی کراہت بھی آپ کے چہرۂ مبارک سے آشکارا ہو جاتی۔[46]

نبی اکرم ﷺ فال کو اس لیے پسند فرماتے تھے کہ اس سے شرح صدر ہوتا ہے، ضرورت پوری ہونے کی خوشی اس سے حاصل ہوتی ہے، جس کے باعث اللہ تعالیٰ کی ذات سے حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔[47]

ایک حدیث قدسی ہے:

بندہ میرے بارے میں جو گمان کرتا ہے میں اس کے مطابق معاملہ کرتا ہوں، لہٰذا اسے میرے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے۔.[48]

جبکہ بدشگونی کا معاملہ مختلف ہے۔ بدشگونی کرنا اہل شرک کا شیوہ ہے، اس لیے کہ وہ جس چیز سے بدشگونی لیتے تھے اس سے نقصان پہنچنے کا اعتقاد رکھتے تھے۔

حرام فال

علامہ قرافی حرام فال کی صورتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

إن أخذ الفأل من المصحف وضرب الرمل والقرعة والضرب بالشعير وجميع هذا النوع حرام[49]

قرآن مجید سے اس طور پر فال لینا کہ قرآن کھولے اور اس کے پہلے صفحہ کی کسی آیت سے فال لے یا رمل کے بعض اشارات کے ذریعہ، قرعہ کے ذریعے فال لینا یہ سب صورتیں حرام ہیں

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

" اہل فال کبھی قرآن سے اپنے خاص احکام خبریہ یا انشائیہ پر استدلال کیا کرتے ہیں تو کیا وہ علوم قرآنی ہمیں داخل ہو جاتے ہیں، مثلاً اگر کسی شخص مسمی زید کا اپنی بی بی سے کچھ جھگڑا ہوا اور اس کو یا تو یہ تردد ہو کہ اس معاملہ کا انجام کیا ہو گا یا یہ تردد ہو کہ مجھ کو اس میں کیا کرنا چاہیے اور وہ قرآن سے تفاول کرے اور اتفاق سے اس میں سورہ احزاب کی آیات جو زید بن حارثہ کے باب میں نازل ہوئی ہیں نکل آویں اور اس سے اپنے انجام پر استدلال کرے کہ مفارقت (یعنی جدائی) ہو گی یا اس مشورہ پر استدلال کرے کہ اس

سے مفارقت لینا مناسب ہے اور واقع میں بھی ایسا ہی ہو تو کیا یہ استدلال صحیح ہے۔ اور کیا قرآن سے اس خبر یا انشاء (یعنی حکم) کی صحت کا اعتقاد جائز ہو گا اسی واسطے محققین علماء نے ایسے تفاول کو حرام کہا ہے"۔[50]

قرآن سے فال لینے کو علماء نے اس لیے بھی ممنوع قرار دیا ہے کہ اگر فال لیتے ہوئے یہ ارادہ ہو کہ اچھی فال نکل آئے گی تو عمل کر لیں گے اور اگر بری فال نکل آئی تو چھوڑ دیں گے، تو یہ استقسام بالازلام کی طرح ہے جس کی حرمت قرآن مجید میں آئی ہے لہذا قرآن سے اس طرح فال لینا حرام ہے۔[51]

قرآن حکیم سے فال لینا صرف اس وقت جائز ہے جب اس فال کا مقصد محض تقویت رجاء ہو، اور قصد وارادہ شامل نہ ہو۔ لیکن چونکہ اس میں بھی فال لازم آنے کا شبہ موجود ہے اس لیے حرمت کا حکم لگایا جاتا ہے۔ احناف، اور مالکیہ کے نزدیک قرآن سے فال لینا حرام ہے، شوافع کے نزدیک مکروہ ہے، حنابلہ میں سے صرف ابن بطہ سے قرآن سے فال لینا منقول ہے مگر اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔[52]

فرق

علم اعتبار تفاؤل سے زیادہ اشرف وافضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ علم اعتبار میں جب غیر مدلول قرآنی کو مدلول قرآنی پر کسی مناسبت ومشابہت سے قیاس کیا جاتا ہے تو غیر مدلول قرآنی کا مقصود دینی ہوتا ہے۔ اور اس کا تعلق شرعی احکام سے ہوتا ہے۔ جبکہ تفاؤل میں یہ بات تو واضح ہو گئی کہ قرآن سے تفاول جائز ہی نہیں اور اگر محض تقویت رجا کی بنیاد پر اس کو جائز قرار دے دیا جائے تو بھی اس میں غیر مدلول قرآنی کا مقصود بہر حال دنیاوی ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام

الغرض یہ کہ اعتبار سے مراد ایک معلوم چیز میں غور وفکر کر کے ایک نہ دیکھی ہوئی چیز کو حاصل کرنا ہے اور یہ کام غور وفکر کا محتاج ہے، جس کی ہر شخص استطاعت نہیں رکھتا، یہ ملکہ انہیں شخصیات کو حاصل ہوتا جو اس کے اہل ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے قلب سلیم عطا فرمایا ہے۔ اعتبار کی تعریفات سے محسوس ہوتا ہے کہ اعتبار اور قیاس ایک ہی چیز ہے جبکہ

ا

عتبارعینقیاسنہیںہے بلکہمطلقطورپر کسیچیزکواسکینظیرکیطرفلوٹاناہے۔اعتبار کبھیتوقرآنکیآیاتمیںہوتاہےاور کبھیحدیثکے جم

عکرنےہیںمتابعاتاورشواہدکےذیلمیںاعتبارکااستعمالہوتاہے۔
اسیطرحمختلفعلوممیںجہاں بھیکسیچیزکواسکینظیرکیطرفلوٹایاجائےتویہاعتباریںشاملہے۔قرآن حکیم میں علم اعتبار کے ذریعہ قرآنی لطائف واسرار کا کشف واظہار کیا جاتا ہے۔اس کے ذریعہ اصحاب تزکیہ واحسان قرآن حکیم سے تصوف کے مسائل اخذ کرتے ہیں۔یہ اعتبار نہ تو تفسیر کہلاتا ہے اور نہ ہی یہ قیاس فقہی ہے۔اعتبار کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے تفسیر قرار نہ دیا جائے،اس اعتباری معنی کی صحت پر کوئی شرعی دلیل موجود ہو،اس میں آیات کے ظاہری معانی کا انکار نہ کیا جائے نیز علم اعتبار کے ذریعہ جو حکم مستنبط ہو رہا ہے وہ دین میں مطلوب ہو۔علم اعتبار تفاول اور علم تعبیر دونوں سے زیادہ افضل ہے۔

نتائج

1۔اعتبار اپنے معانی ومفہوم میں وسعت رکھتا ہے۔
2۔اعتبار کا استعمال مختلف علوم میں ہوتا ہے۔
3۔قرآن میں علم اعتبار کا استعمال احادیث نبوی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔
4۔علم اعتبار کی دو قسمیں ہیں،قرآنی اور غیر قرآنی۔
5۔علم اعتبار کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ اسے تفسیر قرار نہ دیا جائے،نیز جو اعتباری معنی بیان ہوں وہ دلائل شرعیہ سے ثابت ہوں۔
6۔اعتبار نہ تو استعارہ ہے،نہ کنایہ اور نہ ہی یہ قیاس ہے،بلکہ یہ ان سب سے فرق ہے۔
7۔علم اعتبار علم تعبیر اور تفاول سے افضل ہے۔

نوجوان نسل معاشرے میں ہر دور میں آہنی دیوار کیحیثیت رکھتی ہے۔نوجوان طبقہ معاشرے میں نیک خصلت اور صالح اطوار کا متحمل ہو تو معاشرہ امن وخوشحالی کے ساتھ ساتھ ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔لیکن اگر یہی نوجوان نسل بد خصلتوں کی دلدادہ ہو تو معاشرہ تباہی وبربادی کے دھانے پر چلا جاتا ہے۔نوجوان نسل اگر اخلاق وعادات کی صفات کی پاسداری کرنے والا ہو تو آنے والی نسلوں کے لیے مثال عظیم بنتا ہے جیسے اسلام کے نوجوانان خلفاء راشدین کی مثالیں واضح

ہیں کہ ایمان و حیا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسا باحیا کوئی نہ تھا۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک حسن درجہ حدیث سے نوجوان نسل کو انکے کردار اور فرض کی جانب تعلیم ملتی ہے کہ "اللہ رب العزت اس نوجوان کو پسند فرماتا ہے جس میں کم عمری کی نادانی نہ ہو۔"[53]

اس مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ اسلام میں لاپرواہی اور نادانی ناپسندیدہ ہے۔ اسلام ایک ذمہ دار نوجوان کی نشو نما کا قائل ہے۔ نوجوان نسل ہر دور میں ملت اسلامیہ کو طاقت فراہم کرتی آئی ہے مگر وہ نوجوان نسل آج کی نوجوان نسل سے مختلف تھی اُن نوجوانوں کے لیے مختص ترقیاتی اھداف اور اعلامیے مختلف تھے۔ وہ، وہ نوجوان تھے جن کی ترقی کا اعلامیہ حیا تھا، کہ انکی آنکھیں حیاء سے جھکی رہتی تھیں، ان کی ترقی کی منازل میں باطل سے دوری کی کوشش تھی۔ وہ نوجوان نسل ایمان و اخلاق کی صفات سے متصف تھی۔ نوجوانوں کی ترقی کا دور عہد نبویؐ میں بے نظیر مثال ہے۔ جب حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی جیسے عظیم نوجوانوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ترقی اور خوشحالی کا دور دورہ کیا۔ اسلامی سلطنت کو عظیم الشان ریاست اسلامیہ بنایا اور نوجوان نسل کی عملی طور پر معاشرتی شمولیت کی لاجواب مثالیں قائم کیں۔ نوجوان نسل کے لیے معاشرے میں صحت افزاء شمولیت کے باب رقم کیے۔ تعلیم و تربیت کی فراہمی سے غربت کے خاتمے تک اور انفرادی زندگی سے اجتماعی مفادات تک اسلامی اصولوں کو عملی طور پر نافذ کیا۔ اللہ تعالی نے انسان کو جو بھی رہنمائی فراہم کی اس میں نوجوانوں کو خاص طور پر پذیرائی بخشی جس کا عملی مظہر یہ رہا کہ وہ اسلام کی نوجوان نسل ہی تھی جنہیں اللہ تعالی نے اخوت و بھائی چارے کی تعلیمات کی پاسداری پر سینکڑوں اور لاکھوں دشمنان پر غالب کر دیا یہ سب مسلمان نوجوانوں کا جذبہ ایمان و جہاد ہی تھا جس نے قتیبہ بن مسلم، طارق بن زیاد جیسے نوجوانوں کو عالم میں فاتح بے مثال بنایا۔ آج دور حاضر میں بھی نوجوان نسل کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں بلکہ ہر معاشرہ خواہ اس کا تعلق اسلامی معاشرہ سے ہو یا غیر اسلامی معاشرہ سے نوجوانوں کی ترقی و خوشحالی کو ملکی و قومی ترقی کی ضمانت قرار دیتا ہے۔ اسی غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے اقوام متحدہ نے اپنے قیام کے ساتھ ہی نوجوان نسل پر توجہ دی۔ **اقوام متحدہ یعنی** United Nations ایک ایسی عالمی تنظیم ہے جو دنیا میں امن و تحفظ کے قیام کے لیے بنائی گئی۔ دوسری جنگ عظیم کی ہولناکیوں کا جائزہ لیتے ہوئے عالمی قوتوں نے ایک تنظیم بنانے کا فیصلہ کیا جسے اقوام متحدہ یعنی United Nations کا نام دیا گیا۔ دنیا کے 193 ممالک اقوام متحدہ کی رکنیت اختیار کر چکے ہیں۔ اس کے موجودہ جنرل سیکٹری "انٹینو گٹریس" ہیں۔ 26

جون 1945 کا اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا چارٹر پیش کیا گیا تھا۔ جسے "UN Charter of Human Rights" کہا جاتا ہے۔[54]

یہ امر مسلم ہے کہ نوجوان نسل کسی بھی قوم کا قیمتی اثاثہ ہیں آج کی نوجوان نسل مستقبل کے معمار ہیں۔اقوام متحدہ نے اپنے قیام کے ساتھ ہی نوجوانوں کے معاملات کو اپنے مباحث کا موضوع بنایا۔لیکن اگر نوجوانوں کے حوالے سے اقوام متحدہ کے نظریات پر غور کریں تو **اقوام متحدہ کی پالیسیز میں نوجوان نسل** کو محض ایک مادی ترقی کا ایک ربورٹ ؟ سمجھا گیا ہے جس نے صرف مادی ترقی کے لیے روزگار حاصل کرکے ملکی معیشت بہتر بنانی ہے۔ وہ نوجوان جس نے تعلیم محض مال و دولت کے حصول کے لیے حاصل کرنی ہے، وہ نوجوان جس نے صحت محض بیماری سے بچنے اور خود کو طاقتور رکھنے کے لیے ممکن بنانی ہے تاکہ وہ اپنے ملک کا دفاع کر سکے جسمانی صحت کے ساتھ دولت کما کر اپنی ضروریات کی تشفی کر سکے۔ وہ نوجوان جس نے مسلح تصادمات میں اپنا دفاع یا حملہ آور اس لیے ہونا ہے کہ اپنی طاقت کا لوہا منوا سکے۔ وہ نوجوان کہ جس نے ایچ آئی وی جیسی موذی بیماریوں سے خود کو صرف اس لیے بچانا ہے کہ اس کی جان کو خطرہ لاحق نہ ہو اور اس کے لیے اسے محض احتیاطی تدابیر کی ضرورت ہے نا کہ ان بیماریوں کے اسباب کا خاتمہ کرنے کی ضرورت ہے۔ **عالمی پالیسیز محض نوجوان نسل** کو دنیاوی ترقی کا ھدف دے رہی ہیں جن کا مکمل تعلق ظاہری ترقی سے ہے جبکہ اسلام نوجوان نسل کو ایک مکمل ضابطہ حیات دیتا ہے۔اسی لیے نوجوان نسل ماضی میں کامیابی اور ترقی کی علمبردار تھی کہ ان کی تعلیمات میں محض دنیاوی مقاصد کارفرما نہ تھے بلکہ ان کا زیادہ تر تعلق روحانیت اور ابدیت سے تھا۔ مسلمان نوجوانوں میں عظیم حکمران اللہ کے احکامات کی پاسداری کرنے والے تھے خلافت کو اللہ کی اما نت سمجھ کر استعمال کرنے والے اور روز آخرت احتساب کا خوف رکھنے والے تھے۔ جیسے حضرت عمر فاروق کی بے نظیر مثال موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نوجوان نسل کو زندگی کے مختلف امور میں اللہ تعالی کے احکامات کی وضاحت کی ہے ۔لیکن عصر حاضر کی بات کی جائے تو اقوام متحدہ نے 1945ء انسان کو بنیادی حقوق کا ایک چارٹر دیا جس میں آزادی جان و مال کا حق ہر کسی کا بنیادی حق تسلیم کیا گیا،غلامی کو اس کے مطابق ممنوع قرار دیا گیا مگر اسلام روز اول سے انسان کو جو عزت و تکریم دیتا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔اقوام متحدہ نے عالمی سطح پر نوجوانوں کی ترقی کے لیے بہت سی پالیسیز کا آغاز کیا۔ یہ تحقیقی مقالہ ان پالیسیز کے بنیادی نکات کے اسلامی احکامات کے تناظر میں جائزے پر مشتمل ایک تقابلی تحقیق ہے جس میں مستند جدید اور اسلامی مواد سے مدد حاصل کی گئی ہے۔

پالیسی معنی و مفہوم:

پالیسی کی تعریف میں ماہر مفکر Thomas R, Dye لکھتے ہیں کہ

"Anything A Government chooses to do or not to do"[55]

پالیسی کے حوالے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی کام کی تکمیل کے لیے طے کیا جانے والا لائحہ عمل پالیسی کہلاتا ہے۔

Cambridge Dictionary کے مطابق پالیسی سے مراد

"A Set of Idea or plan of what to do in particular situations that has been agreed to officially by a group of people, Government or business organization."[56]

نیز ہم کہ سکتے ہیں کہ پالیسی سے مراد کسی کاروباری ادارے، کسی سیاسی جماعت، ریاست یا غیر سرکاری ادارے کی جانب سے بنائی جانے والی نظریاتی حکمت عملی پالیسی کہلاتی ہے۔ جس پر عمل خوش آئند سمجھا جاتا ہے۔

اقوام متحدہ کی پالیسی کی تشکیل کا طریقہ کار:

اقوام متحدہ کے 6 اعضاء جنرل اسمبلی، سلامتی کونسل، اقتصادی و معاشرتی کونسل، تولیتی کونسل، بین الاقوامی عدالت، سیکریٹریٹ پر مشتمل ہے۔ کسی پالیسی کی تشکیل میں اقوام متحدہ کے ممبران ممالک اپنے ماہر نمائندوں کے ذریعے اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کرتے ہیں نوجوانوں کے مسائل پر بات کرتے ہوئے ممبران ممالک کے ماہر قانون، متعلقین (Stakeholders) سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں اور نوجوان افراد پر مشتمل وفود کسی بھی زیر غور مسئلے پر بحث اور مشاورت کرتے ہیں۔ مشاورت سے کسی حتمی نتیجہ پر پہنچنے کے بعد اولین ترجیحاتی پہلو بیان کیے جاتے ہیں۔ ترجیحاتی پہلوؤں کی جانچ کے بعد بجٹ کا تخمینہ لگایا جاتا ہے اور نظریے کو حتمی شکل دینے کے لیے سالانہ اھداف کا تعین کیا جاتا ہے۔ اھداف کے تعین کرنے پر اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں کے تعاون سے پالیسی کو عملی طور پر نافذ کرنے کے عمل کا آغاز کیا جاتا ہے۔ پالیسی کی کامیابی یا ناکامی کا جائزہ لینے کے ہر سال اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اجلاس طے پاتے ہیں اور نوجوانوں سے متعلق ترقیاتی اعلامیوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا ہے اور سابقہ قراردادوں کی یاد دہانی کروائی جاتی ہے۔ کارکردگی کے جائزہ لینے پر ضروریات کے پیش نظر پالیسی میں ترمیم عمل میں لائی جاسکتی ہے۔[57]

عالمی یوتھ پالیسی:

عالمی سطح پر نوجوانوں کی ترقی کے لیے بنائے جانے والی حکمت عملی کو اقوام متحدہ نے World Program action for Youth کا نام دیا ہے اور اس طرح کے مختلف اجلاس جو تعلیم، صحت، ترقی اور امن کے موضوعات پر

تھے میں واضح کیا۔تاکہ عالمی سطح پر تعاون کے ساتھ نوجوانوں کی ترقی عمل میں لائی جاسکے۔اقوام متحدہ کی پالیسیز میں نوجوانوں کے لیے خاص عمر کا تعین کیا گیا ہے۔اقوام متحدہ کے ادارہ سماجی و اقتصادی معاملات کے مطابق نوجوان طبقے کے لیے 15تا24 سالہ طبقہ نوجوان طبقہ قرار دیا گیا ہے۔[58] یہ ادارہ یعنی "United nations Department of Economic and Social Affairs" نوجوان نسل پر ترقیاتی اقدامات میں پیش پیش ہے اور عالمی سطح پر نوجوانوں کے معاملات کے مستند معلومات فراہم کرتا ہے۔اس کی 2019 کی شماریات کے مطابق عالمی سطح پر 1.6 بلین آبادی 15تا24 سالہ طبقے کی ہے جو عالمی آبادی کا 16 فیصد ہے۔[59] نوجوانوں کی ترقی کے لیے اقوام متحدہ نے عالمی سطح پر نوجوانوں کی ضروریات اور مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے چند نکات کے تحت بحث کی اور انہیں نوجوانوں کے لیے بنائے جانے والی پالیسی میں شامل کیا گیا ہے۔

عالمی یوتھ پالیسی کے نکات:

عالمی یوتھ پالیسی کو نوجوانوں کی ترقی کے لیے ترتیب دیا گیا یوتھ پالیسی کے یہ نکات شامل کرنے کا مقصد نوجوانوں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا تھا تاکہ وہ اپنی فلاح اور معاشرتی و ملکی ترقی کو ممکن بنا سکیں۔اقوام متحدہ نے نوجوانوں کی ترقی و فلاح کے لیے مختلف دائرہ کاروں کو موضوع بنایا ہے۔ان دائرہ کاروں میں تعلیم، صحت، روزگار، معاشرتی شمولیت، غربت کے خاتمہ، مسلح تصادمات میں نوجوانوں کی حفاظت، نوجوان مرد و خواتین میں امتیازات کے خاتمے سے متعلق اقدامات شامل تھے۔اقوام متحدہ نے نوجوانوں کی ترقی و فلاح کے لیے جن پالیسیز کا قیام کیا وہ چند نکات کے تحت درج ذیل ہیں۔

- تعلیم کا فروغ
- معاشرتی ترقی میں نوجوانوں کی شمولیت
- نوجوان خواتین کے لیے ترقیاتی اقدامات
- نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع
- صحت کے ضمن میں سہولیات
- غربت و افلاس کے خاتمے کے لیے اقدامات
- منشیات کی روک تھام کے اقدامات

- مسلح تصادمات میں نوجوانوں کا تحفظ
- ایچ آئی وی،ایڈز سے حفاظتی اقدامات

تعلیم کا فروغ:

اقوام متحدہ نے 1948ء میں انسانی حقوق کے چارٹر میں تعلیم کو بنیادی حقوق میں شامل کیا۔اس حوالے سے اقوام متحدہ کے اعلامیہ برائے انسانی حقوق میں کہا گیا کہ

Everyone has the right to education. Parents have a prior right to choose the kind of education that shall be given to their children.[60]

اسی کے تسلسل میں اقوام متحدہ نے تعلیمی لحاظ سے اپنے مختلف اجلاس میں سود آور مباحث کیے۔اقوام متحدہ کی میکسیکو کانفرنس 1975ء میں میکسیکو میں منعقد کی گئی تھی اس کانفرنس میں دونوں جنسوں کے مابین یکساں تعلیم کے فروغ پر زور دیا گیا۔رسمی و غیر رسمی تعلیم و تربیت کی فراہمی یقینی بنانے کا عہد کیا گیا۔[61]

اس کے علاوہ ایک کانفرنس کا انعقاد کوپن ہیگن میں 1980ء میں کیا گیا اس کانفرنس میں تعلیم کے اعلامیوں پر بحث کرتے ہوئے تمام ممالک کو تعلیم کے فروغ کے لیے بجٹ میں اضافہ کرنے کی تلقین کی گئی تعلیم سے متعلق ملکی سطح پر پالیسیز ترتیب دینے اور تجربہ کار اساتذہ اور رسمی اور غیر رسمی تعلیم کے اداروں کے قیام پر زور دیا گیا۔[62]

تعلیم کے حوالے سے ایک کانفرنس 2008ء میں جنیوا سویٹزرلینڈ میں منعقد کی گئی۔31 مارچ 2009ء کو ایک کانفرنس World Conference on Education on sustainable development جرمنی کے شہر بون میں منعقد کی گئی۔تعلیم کے فروغ کے لیے تیسری کانفرنس 2009ء میں پیرس میں "The new dynamic of higher education" کے نام سے منعقد کی گئی ان کانفرنسز کا انعقاد اقوام متحدہ کے تعلیمی و سائنسی اور ثقافتی بہبود کے ادارے نے کروایا۔[63]

2015ء میں "Sustainable Development Agenda 2030" میں تعلیم کے فروغ کے لیے پرائمری تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا،ابتدائی تعلیم کی مفت کتب اور ثانوی تعلیم پر زور دینے کے اقدامات کیے گئے اور نوجوانوں کی تعلیمی راہ میں جنسی امتیازات کے خاتمے پر غور کیا گیا۔ناخواندگی کا تناسب 2030 تک ختم کرنے کے اعلامیے پیش کیے گئے۔UNESCO کی مستند شماریات کے مطابق اس میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ تاحال بھی 617 ملین

نوجوان طبقہ ریاضی اور لٹریچر کے مضامین میں کوئی معلومات نہیں رکھتا۔[64] تعلیم کو کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے لازمی ستون قرار دیا گیا جس وجہ سے 19ویں صدی کے نصف میں آزاد اور بنیادی تعلیم کا رجحان پیدا ہو چکا تھا لڑکے لڑکیوں کے علیحدہ سکولوں کا رواج عمل میں آچکا تھا اس حوالے سے شماریات کا جائزہ لیا جائے تو 1950ء میں مجموعی طور پر سکول جانے والے لوگوں کی تعداد 300 ملین تھی جن میں اکثریت ترقی یافتہ ممالک سے تعلق رکھتے تھے اور کچھ عشروں میں یہ تعداد 3 گنا تک بڑھ گئی۔ اگر صرف پرائمری اور ثانوی تعلیم کی شرح دیکھی جائے تو 1970ء تا 1990ء کے دوران صرف پرائمری تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد 1.5 ملین سے بڑھ کر 5.5 ملین اور ثانوی تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد 150000 سے 650000 تک جا پہنچی۔[65]

2007ء کی رپورٹ کے مطابق مغربی ممالک میں تعلیمی میدان میں نوجوان خواتین کی شرح نوجوان مردوں کے مقابلے میں کم رہی۔ جبکہ بعض مغربی ممالک یعنی مالٹا، فلپائن، بوٹسوانہ یوروگوئے میں خواتین کا تعلیمی تناسب مردوں کے مقابلے میں 3 گنا زیادہ تھا۔[66] تعلیمی اہمیت اور ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے سرکاری و غیر سرکاری تنظیمیں تعلیم کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں مختلف تنظیموں کے توسط سے ہی پرائمری سکول، تعلیم بالغاں کے ادارے اور تکنیکی ادارے قائم کیے جاتے ہیں جن میں ہنر مندی کی تعلیم دے کر نوجوانوں کو باروزگار بنایا جاتا رہا ہے۔ ان اقدامات سے صنفی تعلیم امتیاز میں کمی واقع ہوئی ہے۔ آسٹریا، بلجئیم، ڈنمارک، فن لینڈ، فرانس، اٹلی وغیرہ میں سینکڑوں غیر سرکاری تنظیمیں تعلیم کے فروغ کے لیے کام کر رہی ہیں۔[67] اقوام متحدہ کے مستند ادارہ یونیسکو کے مطابق عالمی سطح پر 16 فیصد 12 تا 14 سالہ افراد سکول سے باہر رہے لیکن سکول میں اندراج نہ ہونے والوں کی شرح 2000ء میں 25 فیصد تھی جو 2010ء میں 17 فیصد سامنے آئی اسی طرح 2000ء میں 36 فیصد نوجوانوں میں سے 48 فیصد سکولوں سے باہر تھے جبکہ 2013 میں سکولوں میں اندراج نہ ہونے والوں کی شرح کم ہو کر 37 فیصد سامنے آئی۔ 2018ء میں پرائمری سکول تناسب 84 فیصد تک پہنچ چکا ہے جبکہ ابتدائی ثانوی تعلیم کا تناسب 72 فیصد اور اعلیٰ ثانوی تعلیم کا تناسب 48 فیصد تک پہنچا۔ جو کہ ملینئیم ڈیولپمنٹ گولز کی تکمیل کے لیے کامیابی کی ایک راہ ہے۔[68] لیکن جب ہم اقوام متحدہ کی تعلیمی اقدامات اور ترجیحاتی پہلوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اقوام متحدہ کا مقصد ایسی تعلیم کا فروغ ہے جو روزگار کے حصول کا باعث بنے انفرادی غربت کو

ختم کر سکے۔اسی طرح نوجوانوں کی ترقی کے لیے نوجوانوں کی معاشرے میں شمولیت اور کردار بڑھانے کے لیے اقوام متحدہ نے اقدامات کیے۔

معاشرتی ترقی میں نوجوانوں کی شمولیت:

نوجوان کسی بھی ملک کا قیمتی اثاثہ ہیں اسی بات کو تسلیم کرتے ہوئے اقوام متحدہ نے سرکاری طور پر نوجوانوں کی شمولیت کو معاشرتی و معاشی ترقی کا بنیادی ستون قرار دیا اور مختلف امور میں نوجوانوں کی فیصلہ سازی کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی تجاویز پیش کی گئیں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی قرارداد 58/131 میں نوجوانوں کی راہ میں رکاوٹوں کو دور کرنے پر بحث کی گئی تھی۔اس میں نوجوان مردوں اور عورتوں کو معاشرتی ترقی کے لیے آگے بڑھنے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔اور معاشرتی شمولیت کے لیے حکومتوں کو نوجوانوں کو سازگار اور پرامن ماحول فراہم کرنے کی یاددہانی کرائی گئی۔[69]اسی قرارداد کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثر ممالک کی نیشنل یوتھ کونسل اور یوتھ آرگنائزیشن کا آغاز ہوا۔نوجوانوں کی شمولیت کو بہتر بنانے کے لیے تعلیم، نوجوان دوست ماحول وغیرہ کی فراہمی نوجوانوں کے تعاون سے یقینی بنانے کا آغاز کیا گیا۔[70]اسی طرح کوپن ہیگن میں 1980ء میں نوجوانوں کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے خواتین کی معاشرتی حالت میں بہتری لانے کے لیے نوجوان مردوں کو دعوت دی گئی کہ وہ نوجوان خواتین کی سیاسی بدحالی کو دور کرنے میں کردار ادا کریں۔[71]اسی طرح اقوام متحدہ نے 1985ء میں نیروبی کے مقام پر کانفرنس منعقد کی جس میں بالخصوص ترقی اور امن کے لیے نوجوان خواتین اور مردوں کی شمولیت پر زور دیا گیا اس کانفرنس میں بیان کیا گیا کہ نوجوان عالمی امن کے لیے تعلیم عام کریں نوجوان نسل کو برداشت کی تعلیم دیں ان میں بھروسے کا جذبہ بیدار کیا جائے اور انسانی تکریم کی سوچ پیدا کا جائے تاکہ صنفی امتیازات اور تفرقات کا خاتمہ کیا جا سکے جو گزرتے وقت کے ساتھ سنگین صورت اختیار کر چکا ہے۔[72]نوجوان طبقہ اپنی ضروریات اور مسائل کا بہترین حل تلاش کرنے میں معاونت کر سکتے ہیں اپنی تعلیم اور ہنر مندی کی صلاحیتوں کو عملی طور پر نافذ کر سکتے ہیں۔کیونکہ نوجوان طبقہ ہی اپنے حقوق کی بہتر نمائندگی کر سکتا ہے نوجوان نسل ہی تحقیق و کھوج کے ذریعے اپنے مسائل معاشرے کے سامنے لا کر ان کے حل تلاش کر سکتے ہیں۔اقوام متحدہ کی ان کاوشوں کے باعث ہی مغربی ممالک میں نوجوانوں کو سیاسی و سماجی معاملات میں فیصلہ سازی اور نمائندگی کے حقوق دیئے گئے ہیں نوجوان نسل کو سیاسی معاملات کے حوالے سے انتخابات میں حصہ لینے اور 18 سال کی عمر میں ووٹ کے ذریعے اپنے نمائندے کا انتخاب کرنے کی آزادی دی

گئی ہے۔نوجوانوں کو جائیداد رکھنے اور اپنی مرضی کے مطابق کاروبار کرنے کے حقوق حاصل ہیں۔اسی طرح اقوام متحدہ نے نوجوانوں کی ترقی کے لیے نوجوان خواتین کے لیے اقدامات کیے اور مغربی تہذیب نے پہلی مرتبہ عورت کے حقوق پر بحث کی۔

نوجوان خواتین کے لیے ترقیاتی اقدامات:

اقوام متحدہ کی پالیسیز میں معاشرے میں خواتین کے کردار کو فعال بنانے کے لیے پالیسیز کا اہتمام کیا گیا۔ماضی میں مغربی تاریخ میں عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی رومن عقائد کی ہی بات کی جائے تو عورت کو عذاب کی ایک صورت کہا جاتا تھا شادی کے بعد اس کی حیثیت زر خرید غلام سی ہوتی تھی عورت کو کسی عہدے پر فائز ہونے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔[73] اقوام متحدہ نے 1945 میں انسانی حقوق کی دستاویز میں عورتوں کے حقوق بھی شامل کیے جس میں شادی کا اختیار، نسل، قومیت اور جنسی بناء پر لگائی جانے والی پابندیوں کی نفی کی گئی۔اور باقاعدہ طور پر خواتین کی فلاح کے لیے 1946ء میں ایک کمیشن "commission on the Status of women" بنایا گیا۔[74]

2013ء کی شماریات کے مطابق 16.6 فیصد خواتین کو فیصلہ ساز کمیٹیوں میں شامل کیا گیا جبکہ اس سے قبل 2011 میں 11.8 فیصد خواتین کو فیصلہ سازی میں شامل کیا گیا تھا 2013 میں 77 فیصد کمپنیوں نے خواتین کا اعلیٰ عہدوں پر شمولیت دی۔لیکن تاحال خواتین کے ساتھ صنفی تضادات موجود ہیں 2018ء کی شماریات کے مطابق دنیا کے 189 ممالک میں 2.7 بلین خواتین مردوں کی طرح ملازمت کے حصول میں بھیر بھاؤ کا سامنا کرتی سامنے آئیں۔59 ممالک ایسے ہیں جہاں ملازمت کی جگہوں پر خواتین کو ہراساں کرنے سے روکنے کے لیے کوئی قانون سازی موجود نہیں۔خواتین مردوں کی نسبت زیادہ بے روزگاری کا شکار ہیں۔2017ء میں خواتین میں شرح بے روزگاری 6.2 سامنے آئی جبکہ مردوں میں اس کا تناسب 5.5 رہا اور 2018 تا 2021 میں اس حوالے سے کوئی تبدیلی آنے کا امکان نہیں۔[75] لیکن اقوام متحدہ نے عزم کیا ہے کہ خواتین کو پیشہ وارانہ تعلیم و تربیت اور کاروباری اداروں کی جانب سے سہولیات فراہم کی جائیں۔دیہی خواتین کے لیے بھی ہنر مندی مراکز قائم کیے جائیں۔اقوام متحدہ کی خواتین کانفرنسز نے عورتوں کے مسائل کی جانب عالمی توجہ مبذول کروائی اقوام متحدہ کی بیجنگ کانفرنس میں خواتین کی تعلیم، روزگار، صحت کے مسائل کے ساتھ ساتھ جدید علوم تک رسائی پر بھی مباحث کیے گئے۔[76] اقوام متحدہ کی کانفرنس کی وجہ سے خواتین سائنس ٹیکنالوجی میں کام کر رہی ہیں یہاں تک

زراعت و کاشت کے لیے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے خواتین بااختیار بن گئی ہیں خواتین کو جدید ٹیکنالوجی کی فراہمی سے ان کی انرجی اور وقت کی بچت ہوتی ہے خواتین کے لیے اقوام متحدہ کی ایسی پالیسیز کے باعث وقت بچاو انتظامات ممکن ہوتے ہیں اور معاشرے میں عملی طور پر خواتین کی شمولیت ممکن ہوتی ہے۔ پاؤلا میکڈونلڈ اپنی کتاب میں لکھتی ہیں کہ بہت سے ممالک میں کمپنیز کے اعلیٰ عہدوں پر خواتین ڈائریکٹرز کا رجحان سامنے آیا ہے کینڈا میں 2013ء میں 30 فیصد اضافہ سامنے آیا جسے 2020ء میں مزید 20 فیصد اضافے کی نشانی قرار دیا گیا۔ ساؤتھ افریقہ میں 2003ء میں معاشی غالبیت کی ضمن میں ایکٹ پاس کیا گیا جس میں سیاہ فام خواتین، معذور، نوجوان دیہاتی عوام کو حق معشیت کی آزادی دی گئی اس ایکٹ کے بعد بورڈ ممبران میں خواتین کی شرح میں قابل دید اضافہ دیکھنے کو آیا اور خواتین ڈائریکٹرز کی مجموعی تعداد 93.5 فیصد تک پہنچ گئی۔[77] بہت سے ممالک ایسے بھی ہیں جو 100 فیصد تک جنسی امتیازات کے خاتمے میں کامیاب ہوئے ہیں جن میں نارڈک ممالک میں سے سویڈن اول، نیوزی لینڈ چھٹے، برطانیہ آٹھویں فرانس تیرھویں اور امریکہ سترھویں نمبر پر سامنے آیا ۔[78] اقوام متحدہ کے زیر اہتمام بیجنگ کانفرنس میں خواتین کی لیڈرشپ کو دہرایا گیا اس وقت ایوان زیریں میں 10 فیصد خواتین شامل تھیں لیکن اس کاوش کی وجہ سے 2009ء میں ان کا تناسب 17 فیصد تک پہنچ گیا اور اب 2019ء میں 29 فیصد اعلیٰ تنظیمی عہدوں پر خواتین اپنے فرائض انجام دے رہیں ہیں۔[79] دیگر حقوق کی بات کی جائے تو اقوام متحدہ نے نوجوانوں کے لیے باعزت اور بہتر روزگار کے لیے اقدامات کیے۔ جو نوجوان نسل کی عزت نفس اور خوشحال زندگی کی ضمانت ہیں۔

نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع:

اقوام متحدہ نے 1945ء میں انسانی حقوق کے دستاویز میں واضح کیا کہ ہر انسان کام کاج اور روزگار کے انتخاب میں آزاد و خود مختار ہے۔ ہر شخص کو مساوی کام کی مساوی اجرت وصولی کا حق حاصل ہے ہر شخص کو اپنے مفادات کے مطابق تجارتی انجمنیں قائم کرنے کا حق حاصل ہے ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق حاصل ہے اپنے کام کے لیے وقت کی تحدید وغیرہ کے حقوق بھی حاصل ہیں۔ نوجوانوں کے باعزت روزگار کو موضوع بناتے ہوئے اقوام متحدہ نے مختلف اجلاس کا انعقاد کیا۔ اقوام متحدہ کی جانب سے ایک کانفرنس انسانی حقوق کے بارے میں ویانا میں جون 1993ء میں قائم کی گئی۔ جس میں نوجوانوں کے لیے باعزت روزگار کی فراہمی، ملازمت کے نئے مواقع کے موضوع بحث کا حصہ بنائے گئے۔[80] لیکن اقوام

متحدہ کے اقدامات کے نتائج میں نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح گذشتہ عشروں سے کم سامنے آئی۔ مگر تاحال کم آمدنی والے ممالک میں نوجوانوں کی بے روزگاری کا تناسب خطرناک حد تک موجود ہے۔عالمی مستند ادارہ شماریات کے مطابق عالمی سطح پر نوجوانوں کی بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے 2012ء میں نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح 12.9 فیصد تھی جبکہ 2019ء میں اس کی شرح 13.2 فیصد ہو گئی۔2009ء میں 76.46 ملین نوجوان بے روزگار تھے جبکہ 2014ء میں 73.67 ملین افراد بے روزگار تھے 2014 کے بعد بے روزگاری کی شرح میں کوئی خاطر خواہ کمی سامنے نہیں آئی اور 2019ء میں ایک قلیل کمی کے ساتھ 73.13 بے روزگار افراد کا تخمینہ لگایا گیا۔[81] خوشحال زندگی کو ملکی ترقی و فلاح کا ضامن قرار دیا جاتا ہے اور خوشحال زندگی بہترین صحت سے ہی ممکن ہے۔ صحت انسان کا بنیادی حق ہے اقوام متحدہ نے اس حوالے سے اپنے مختلف اجلاس میں اقدامات کرنے پر توجہ دلائی۔

صحت کے ضمن میں سہولیات:

انسانی حقوق کے ضمن میں اقوام متحدہ نے میکسیکو کانفرنس 1975ء میں اعلامیہ پیش کیا کہ صحت کو بہتر بنانے کے لیے تربیت یافتہ میڈیکل اور پیرامیڈیکل ورکرز جو مریضوں کا علاج کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے انداز و طریقہ کار سے مطمئن کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تقرر کیے جائیں گے۔ نوجوانوں کے تعلیمی اداروں میں غذائیت پر لیکچرز دیئے جائیں گے غذائی چارٹر سے آگاہی کے میڈیا کے ذریعے عوام الناس کو معلومات فراہم کی جائیں گی۔[82] صحت کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اقوام متحدہ نے 1977ء میں صاف پانی کی فراہمی کے حوالے سے عالمی کانفرنس کی جس کا بنیادی مقصد تمام لوگوں کو صاف پانی کی فراہمی تھا مزید عہد کیا گیا کہ 1980ء کی دہائی کو عالمی صاف پانی کی فراہمی کے لیے وقف کیا جائے گا۔[83]

اقوام متحدہ کی بیجنگ کانفرنس میں پالیسیز بنائی گئی کہ نوجوان خواتین کو اپنی صحت کے دفاع کی آزادی دی جائے گی اسمگلنگ، کاروکاری کی روک تھام کی اقدامات کیے جائیں گے نوجوان خواتین میں تمباکو کی بڑھتے شرح تولیدی کینسر، بانجھ پن، چھاتی کے کینسر جیسے امراض میں اضافہ ہوا ہے۔[84] اقوام متحدہ کے مستند ترین ذیلی ادارے" ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن" کی شماریات کا جائزہ لیا جائے تو 2014ء میں دنیا میں 2.6 ملین سے زائد نوجوان قابل علاج بیماریوں سے موت کے منہ میں گئے۔15 تا 19 سالہ نوجوان لڑکیوں کی شرح اموات میں دوسری بڑی وجہ کم عمری کے حمل اور کم عمری کی شادی سامنے

آئی۔[85] اقوام متحدہ کے مستند ادارے "World Health Organization" کے مطابق تقریباً سالانہ 20 فیصد نوجوان ذہنی پیچیدگیوں کا شکار سامنے آتے ہیں۔ مردوزن میں صحت پر تحقیق کے مطابق خواتین مردوں کی نسبت زیادہ عمر پاتی ہیں۔ 2000ء سے 2016ء کے دوران پیدائش کے وقت صحت مندی میں 5.5 فیصد آضافہ سامنے آیا ۔عام طور پر صحت مند زندگی کا دورانیہ 2000ء میں 58.5 سال تھا جو 2016 میں 63.3 سال سامنے آیا۔ یعنی عمر کا دورانیہ 5.5 سال بڑھا ہے۔[86] اسی طرح صحت کے علاوہ غربت وافلاس کے خاتمے کے لیے اقوام متحدہ نے نوجوانوں کے لیے اہم پالیسیز کا آغاز کیا۔ تاکہ نوجوانوں کو ایک خوشحال معاشرے کی ضمانت دی جاسکے۔ اور نوجوانوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹوں کا خاتمہ کیا جاسکے۔ ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ غربت وافلاس بھی ہے لہذا اس کی بیخ کنی کے لیے اقوام متحدہ نے اقدامات کیے۔

غربت وافلاس کے خاتمے کے لیے اقدامات:

خوشحال اور آزاد زندگی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ شدید غربت کیونکہ انفرادی زندگی کے لطف اور بنیادی حقوق ختم کر دیتی ہے اس لیے تمام ان خاندانوں کی امداد لازمی ہے جو کسمہ پرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے اقوام متحدہ کی 1985ء میں نیروبی کے مقام پر طے پانے والی کانفرنس میں یہ بات واضح کی گئی کہ خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کریں تاکہ ان کی زندگی سے غربت کا خاتمہ ہو سکے۔ اقوام متحدہ کی کانفرنس نیروبی میں بیان کیا گیا کہ دیہاتوں میں غربت اور زمین کی قلت کے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں اس پر قابو پانے کے لیے حکومتوں کو ملٹی سیکٹورل پروگرامز بنانے چاہیے تاکہ خوراک اور جانوروں کی پیداوار کے ذریعے غربت پر قابو پایا جاسکے۔ خوراک کی محفوظیت کے لیے جدید ٹیکنالوجی متعارف کروانے کے انتظامات کرنے چاہئے۔[87] اقوام متحدہ نے نوجوانوں کے مسائل کے تدارک اپنے عالمی ادارے "International Labor Organization" کے تعاون اقدامات عمل میں لانے کا عہد کیا کہ نوجوانوں کو کم سے کم مالیت پر بھی بنک اکاؤنٹ کھولنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ اپنے پیسے کا محفوظ رکھ سکیں۔ لیکن اگر غربت وافلاس کے حوالے سے شماریات کا جائزہ لیا جائے تو 2009ء میں 211 ملین بے روزگار افراد میں سے 81 ملین کا تعلق 15 تا 24 سالہ طبقہ سے تھا۔ یعنی 2009ء میں نوجوانوں میں بے روزگاری 13.0 فیصد تھی جبکہ اس سے دو سال قبل 11.9 فیصد تھی۔ یعنی بے روزگاری میں اضافہ ہوا۔[88] لیکن "International

"Labor Organization" کے مطابق ہی غربت افلاس پر تاحال قابو پانے کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں 2018 کی شماریات کے مطابق 14 فیصد باروزگار نوجوان بھی انتہائی غربت کی زندگی گزر کرنے پر مجبور ہیں جس کی وجہ معیاری روزگار کی عدم فراہمی ہے۔[89] آج 2019ء میں 100 ملین نوجوان انتہائی غربت میں گزر بسر کر رہے ہیں۔ جس سے 2030 کے ترقیاتی اہداف تک رسائی آسان نہیں۔[90] اقوام متحدہ نے نوجوانوں کے مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے منشیات کو بھی اپنی مباحث کا حصہ بنایا تاکہ نوجوانوں کا مستقبل محفوظ بنایا جاسکے۔

منشیات کی روک تھام کے اقدامات:

اقوام متحدہ نے کوپن ہیگن کانفرنس جو 1980ء میں منعقد کی گئی میں عہد کیا کہ غیر قانونی منشیات کی نقل وحمل پر مکمل پابندی عائد کی جائے گی کیونکہ منشیات کی پیداوار کے نقصانات نوجوان نسل، بچوں اور خواتین پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں حکومتوں کو اس ضمن میں مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ قلیل نفع کے لیے آنے والی نسل کا مستقبل داؤ پر نا لگائیں۔ تمام ممبران ممالک نشہ آور پودوں کی نجکاری پر پابندی عائد کر کے انسانی زندگی کا تحفظ ممکن بنائیں۔[91] عالمی مستند ادارہ "World Health Organization" کے مطابق منشیات کے نقصان اور استعمال حوالے سے شماریات کا جائزہ لیا جائے تو دنیا میں 2014 کی شماریات کے مطابق 7 فیصد نوجوانوں کی اموات الکوحل کے استعمال سے ہوئیں۔[92] نوجوانوں میں منشیات کے اتعمال کی ایک وجہ معاشرتی وسماجی حالے سے مسائل یا چیلنجز کا سامنا ہے جس کا حل نہ ملنے کی صورت میں نوجوان منشیات کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔[93]

"World Health Organization" کے مطابق 2015ء کی شماریات میں 150 ملین نوجوان افراد تمباکو کا استعمال کرتے سامنے آئے۔[94] اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی معاون اطلاعات کے مطابق 2016ء میں نوجوانوں کی 5 فیصد اموات الکوحل کے استعمال سے واقع ہوئیں۔[95] عالمی ادارہ صحت کے مطابق منشیات کا استعمال روز بروز بڑھتا جارہا ہے 2016ء میں منیشات کے استعمال کی شرح 2009ء کی شرح سے 30 فیصد زیادہ سامنے آئی۔ کوکین کے استعمال کی شرح 2017 میں 2016 کی نسبت 25 فیصد زیادہ سامنے آئی۔[96] لیکن تاحال اقوام متحدہ 2030 کے اہداف کو عملی جامہ پہنانے اور منشیات کی روک تھام کے لیے کوشاں ہے۔ تاکہ نوجوان نسل کو اسکے مہلک اثرات سے بچایا جاسکے۔ اسکے لیے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کی مدد سے پالیسیز کا عملی نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔

مسلح تصادمات میں نوجوانوں کا تحفظ:

دنیا میں کوئی بھی شخص کسی دوسرے پر دست درازی کرے تو اسے اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔اسی طرح اگر یہ دفاع ملکی سطح پر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کے اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ مسلح تصادمات اور ایمر جنسی کی صورتحال خواتین اور نوجوانوں کی صلاحیتوں پواثر انداز ہوتے ہیں مسلح تصادمات سے لاپتہ ہونے کے خدشات، معاشرتی اور خاندانی خلل، جنسی ہراساں کرنا جیسے مسائل نوجوانوں میں خوف پیدا کرتے ہیں۔اس لیے اقوام متحدہ نے جینوا کنونشن میں واضح کیا کہ بین الاقوامی مشاورت اور بین الاقوامی مباحثوں کے ذریعے تصادمات کو ختم کیا جائے گا۔سویلین کے تحفظ کے لیے جنرل فریم ورک دیا جائے گا۔اس حوالے سے جینوا کنونشن کے پروٹوکول 1977ء میں سویلین کے تحفظ کے لیے فریم ورک دیا گیا جس کے تحت خواتین، بچوں کے لیے انسانیت پسند اقدامات کیے جائیں۔[97] جنگ اور تصادمات کی وجہ سے خوف وہراس کے باعث نوجوان نسل اپنی صلاحیتوں کو استعمال میں نہیں لاسکتی۔اسی لیے 1993ء میں انسانی حقوق کی کانفرنس جس کا انعقاد ویانا میں کیا گیا تھا میں عہد کیا گیا کہ انسانی حقوق کی یہ کانفرنس انفرادی اور اجتماعی انسانی حقوق کو نقصان پہنچانے والے اور خطرناک مادوں کو ختم کرنے کے لیے کوشاں ہے جو انسانی صحت اور زندگی کے لیے خطرہ ہیں۔کانفرنس میں کہا گیا کہ انسانی حقوق کی کانفرنس میں تشدد کی کاروائیوں کی مذمت کی جاتی ہے اور عالمی برادری پرامن جدوجہد کے ساتھ رنگبھید کے خاتمے کے لیے کوشاں ہے اور اس کے لیے ہر قسم کی دہشت گردی کے خاتمے کو فروغ دیا جائے گا۔[98] اقوام متحدہ نے نوجوانوں کے لیے ان اعلامیوں کا آغاز عالمی جنگی کی ہولناکیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا۔تاکہ آئندہ نسلوں کو ان تباہکاریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔اقوام متحدہ نے مزید معاملات پر غور کرتے ہوئے موذی بیماریوں کے خاتمے کی حکمت عملی دی۔

ایچ آئی وی،ایڈز سے حفاظتی اقدامات:

مہلک اور جان لیوا بیماریوں سے تحفظ کے لیے اقوام متحدہ کے زیراہتمام ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کام کررہا ہے۔جو وبائی اور غیر وبائی بیماریوں سے تحفظ اور اقدامات میں تعاون کرتا ہے۔ جنسی بیماریوں کے مہلک اثرات سے بچانے کے لیے اقوام متحدہ نے عوام کو مکمل آگاہی کا انتظام کیا۔اس کے لیے ان موذی بیماریوں کے حوالے سے سالانہ سیمینار منعقد کروانے کا انتظام کیا گیا۔اقوام متحدہ کے مستند ادارہ برائے معاشرتی وسماجی بہبود کی 2008ء کی شماریات کے مطابق 33.4 ملین جنسی

بیماریوں میں مبتلا افراد میں سے 4.9 ملین تناسب 15 تا24 سالہ نوجوان طبقے کا تھا۔[99] عالمی ادارہ صحت کے مطابق بعض ممالک میں60 فیصد نئے ایچ آئی وی کیسز15تا24سالہ نوجوان طبقے سے سامنے آئے۔[100]

2013ء میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی سالانہ رپورٹ کے مطابق 1 ملین لوگ روزانہ جنسی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں اور ہر سال500 ملین لوگ چار جنسی بیماریوں Syphilis, Gonorrhea , Chlamydia , Thrchmoniasis میں سے کسی نہ کسی ایک کا شکار ضرور ہوتے ہیں۔530 ملین لوگ جنیاتی امراض کا شکار اور 290 ملین خواتین جنسی مرض پیپلوما وائرس کا شکار ہوتی ہیں۔[101] اقوام متحدہ کے ادارہ جسے بالخصوص ایڈز اور ایچ آئی وی کے خاتمے کے لیے بنایا گیا کہ مطابق 2019ء میں ہر ہفتہ 15 تا 24 سالہ 6000 خواتین ایچ آئی وی شکار ہوئیں۔2010 کی نسبت 2018 میں نئے مریضوں میں 16 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔اور عوام میں اس بیماری کے علاج کا رجحان بڑھا ہے جون 2019ء میں 24.5 ملین نے "antiretroviral" تھراپی تک رسائی حاصل کی۔[102] لیکن اگر ہم اقوام متحدہ کے ان نکات پر غور کریں تو یہ بات بھی مسلمٌ ہے کہ اسلام اس بارے میں جو احکامات دیتا ہے وہ دائمی اور مثبت نتائج کے متحمل ہیں۔

عالمی یوتھ پالیسی کے بنیادی نکات اور اسلامی احکامات:

عالمی سطح پر نوجوانوں کی ترقی کے لیے جن نکات کو مدنظر رکھا گیا تھا اسلام نے روز اول سے ہی انہیں انسانی فلاح کا ضامن قرار دیا تھا مگر اسلام ان نکات کو جس تناظر میں بیان کرتا ہے وہ محض دنیاوی مفادات نہیں بلکہ انکا اخروی زندگی اور روحانیت سے تعلق ہے اسلام کے احکامات محض برائی کی روک تھام نہیں بلکہ اس کے اسباب کا خاتمہ ہے۔اسلام ترقی کے تناظر میں نوجوان نسل کو ایسی تعلیمات دیتا ہے جو کسی خاص وقت تک اپنا اثر نہیں رکھتیں بلکہ پائیدار اور ہر قسم کے منفی اثرات سے پاک ہیں۔اس حوالے سے اقوام متحدہ کے بیان کردہ نکات کا اسلامی تنظر میں جائزہ درج ذیل ہے۔

تعلیم کا فروغ اور اسلام:

اسلام نے روز اول سے ہی علم کے حصول پر زور دیا۔پہلی وحی میں ہی علم کی طرف زور دیا گیا۔علم کے فروغ کے لیے دین اسلام میں غلاموں کی آزادی کا ایک طریقہ دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سیکھانا تھا۔اسلامی نظام تعلیم میں علم کی اصل محض نصابی کتب نہیں اور نہ ہی صرف سائنسی اور ادبی کتب ہیں بلکہ اسلام میں علم سے مراد معرفت الہیٰ بھی ہے اور اللہ کی صفات

جاننے کا نام ہے اسلام میں علم سے مراد خشیت الہٰی بھی ہے انسان کی حیثیت اس دینا میں اللہ کے نائب کی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اس کی اطاعت نا کرے جس کا وہ نائب ہے۔اسلام ایسی تعلیم کا داعی ہے جس میں کردار کی تصیح ہو۔اس حوالے سے خورشید احمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ تعلیم کا مقصد یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جو نوجوان کے ذہن کی پیاس بجھا دے بلکہ اس کے ساتھ ہی اسے اخلاقی کردار اور اجتماعی زندگی کے اوصاف نکھارنے کا احساس بھی ہونا چاہیے۔[103]

اسلام میں تعلیم کی فرضیت کا مقصد درحقیقت شعور کی بیداری ہے۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں علم حاصل کرنا ایک مذہبی فریضہ قرار دیا گیا ہے علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت کا فرض کیا گیا ہے تعلیم کی برتری اور اہمیت کی وضاحت میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ زمر میں ارشاد فرمایا ہے کہ

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّـذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّـذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ[104]

اور اس طرح علم حاصل کرنے والے کی برتری واضح کر کے علم کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

تعلیم کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی مخلوقات پر برتری دی۔سورۃ بقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[105]

اس حوالے سے محقق لاہیم اپنے کالم میں لکھتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کا حصول ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اس سے نوجوانوں کے تمام مسائل کا خاتمہ ہو سکتا ہے کیونکہ حقیقی علم مسائل کے تدارک میں معاون ثابت ہوتا ہے اور تعلیم ہی مسلمان نوجوانوں شعور اور اسلامی اصولوں ضوابط کی معرفت پیدا کر سکتی ہے۔[106]

لیکن اقوام متحدہ جس نظام تعلیم اور نصاب تعلیم پر زور دیتا ہے وہ صرف مباحث مناظرے کے لیے نوجوانوں کو تیار کرتا ہے اس کا تعلق اخلاق واقدار سے نہیں۔اسلامی نظام تعلیم کا نصاب تو قرآن وسنت پر مبنی ہے جبکہ مغربی نظام تعلیم میں نصاب مرتب کرنے کے لیے کوئی بنیادی مآخذات نیں ہیں اسلامی نظام تعلیم اخلاقیات کا حکم اور فحش سے دوری کا درس دیتا ہے جبکہ مغربی نظام تعلیم جدیدیت کی آڑ میں فحش معلومات کی آزادانہ رسائی، غیر معیاری معلومات فراہم کرتا ہے۔اس کی عمومی مثال اقوام متحدہ کے کم عمری میں جنسی تعلیم کو عام کرنے کے اعلامیے ہیں تاکہ مستقبل میں نوجوان جنسی ضروریات سے قبل احتیاطی تدابیر اختیار کر سکیں۔2018ء میں اقوام متحدہ کے ادارہ "UNESCO" کے تعاون سے ایک اجلاس "International Technical Guidance on Sexuality education" منعقد کیا گیا۔جس میں سکول جانے والے بچوں اور نا جانے والے بچوں میں جنسی تعلیم عام کرنے کے اعلامیے شامل کیے

گئے۔[107] اسی طرح متعدد کانفرنسز میں تعلیم کے اعلامیے میں تعلیم کے فروغ کا مقصد ملازمت کا حصول بیان کیا گیا ہے ۔اس ضمن میں ہنر مندی کی تعلیم اور پیشہ وارانہ مہارتوں کے اداروں کی تعلیم پر زور دیا گیا ہے جیسے کہ 2001ء ساؤتھ افریقہ میں منعقد ہونے والی ڈربن کانفرنس میں بھی سابقہ اعلامیوں یعنی ہنر مندی کی تعلیم، سائنس ولٹریری تعلیم پر زور دیا گیا۔[108] اور کسی بھی کانفرنس میں اخلاقی اقدار یا مذہبی تعلیمات کو شامل نہیں کیا گیا جو انسانیت پسندی اور اجتماعی مفادات کا درس دیں۔اس حوالے سے ڈاکٹر داؤد اپنی تحقیقی آراء دیتے ہیں کہ

> Muslim societies and organizations should give serious attention to the establishment of schools with combination of Islamic teachings and secular education.[109]

اسلامی نظام تعلیم دنیاوی زندگی کے ساتھ اخروی اور ابدی حقائق سے آگاہ کرتا ہے جبکہ اقوام , متحدہ میں جس تعلیم کو بنیاد بنایا گیا ہے اس کا حاصل مادیت پرستی اور زر پرستی ہے۔اسی طرح اگر نوجوانوں کے معاشرے میں فعال کردار کی تو اسلام نے نوجوان نسل کو بہت اہمیت دی ہے۔

معاشرتی ترقی میں نوجوانوں کی شمولیت اور اسلام:

اسلام جوانی کی عمر میں نوجوان کو مختار کرتا ہے کہ وہ اپنے لیے فیصلہ سازی کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام کی آیت 152 میں واضح کیا ہے کہ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ[110]

یعنی اس مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی رو سے جوانی کا دور وہ دور ہے جب ایک فرد اپنی ذمہ داری اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے اور معاشرے میں ایک ذمہ دار شہری کا کردار ادا کر سکتا ہے۔ای طرح اسلام دور جوانی میں ہی معاشرے میں نوجوانوں کی ایک جماعت کو ہدایت اور نیک امور پر مائل کرنے کی ذمہ داری دیتا ہے۔جو معاشرے میں اپنی شمولیت سے برائیوں کا خاتمہ کریں اور نیکی و بھلائی کی طرف راغب کریں۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [111]

مندرجہ بالا حکم میں نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے منع کرنے کا حکم دیا جارہا ہے تاکہ برائی اور ظلم کا خاتمہ ہو اور امن و سکون کا دور دورہ ہو۔ دین اسلام تفرقہ بازی کی ممانعت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو ایک گٹھ جوڑ سے رہنے کا حکم دیا گیا ہے سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ بازی سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔[112]

علم کو عام کرنا فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے

اسی طرح سورۃ انفال کی آیت 46 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ[113]

کہ آپسی جھگڑے اور فساد سے مسلمانوں کی وحدت میں کمزوری آجاتی ہے اسلام نے تفرقات کو ختم کر کے آپنی اخوت و محبت اور امن کو ہی معاشرے کی فلاح کی ضمانت قرار دیا ہے۔ معاشرے میں شمولیت کے ساتھ ساتھ اسلام نوجوان نسل کو تحقیق کا حکم دیتا ہے اسلامی تعلیمات کے مطابق کائنات میں غور وفکر اور تدبر کا حکم دیا گیا ہے۔ کسی خبر پر کوئی قدم اٹھانے سے قبل تحقیق کا حکم دیا گیا ہے۔[114]

یہ تمام احکامات اور تعلیمات نوجوان نسل کی معاشرے میں شمولیت کی دلیل ہیں۔ عہد خلفاء راشدین میں جب بھی مسئلہ در پیش ہوتا تو مشاورت کی ذریعے اس کا حل تلاش کیا جاتا مثلاً جیسے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہا تو انہوں نے کہا کہ تمہیں ایسا کرنے کا اختیار نہیں یہ تو اہل شوریٰ اور اہل بدر کے کرنے کا کام ہے جس کو وہ خلیفہ بنانا چاہیں وہی خلیفہ ہو گا۔[115]

دین اسلام میں نوجوان نسل کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ غزوات میں نوجوانوں سے مشاورت کی مثالیں یعنی غزوہ خندق ایک نوجوان حضرت سلمان فارسی کے مشورے پر کھودی گئی۔ حضرت علیؑ کے علم اور ذہانت کے باعث نبیؐ نے انہیں باب العلم قرار دیا۔ یعنی ہمیشہ نوجوان طبقہ کی رائے اور کوشش کی قدر کی گئی۔ اسی طرح اسلام نے خواتین کے حقوق اور حیثیت کو منوایا۔ عورت کو کوئی مقام حاصل نہ تھا اسلام نے ہی اولین عورت کے حقوق کا تعین کیا۔

نوجوان خواتین کے لیے ترقیاتی اقدامات اور اسلام:

حقیقی طور پر حقوق کی بات کی جائے توعورتوں کو عزت کا درجہ دین اسلام نے دیا ہے عورتوں کو مختلف تہذیبوں میں باعزت مخلوق ہی نہیں مانا جاتا تھا لیکن اسلام نے عورت کو معاشی، معاشرتی و مذہبی ہر قسم کے حقوق دیئے ہیں عورت کو رحمت و برکت سے تعبیر کیا ہے عورت کو معاشی حقوق میں نفقہ، وراثت، مہر کے حقوق دیئے ہیں۔[116]

سورۃ نحل کی آیت 97 میں نیک مرد اور عورت کو بغیر کسی صنفی امتیاز کے نیک اعمال پر جزا و اعمال کا حکم دیا گیا ہے۔[117]

اسلام نے خواتین کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاشرتی حقوق کے حوالے سے نکاح، خلع کے حقوق دیئے ہیں۔[118]

اسلام نے عورت کی عزت کے لیے اسے نکاح کے بعد مہر کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ قرآن پاک میں سورۃ النساء میں ارشاد ہے کہ

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً[119]

قرآن پاک میں عورت کو تعلیم کا حق دیا ہے قرآن میں انعامات میں مرد و زن میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ بوقت ضرورت عورت معاشی امور میں مرد کا ہاتھ بٹا سکتی ہے مولانا مودودی اس بارے مین لکھتے ہیں کہ اسلامی حکومت میں عورت کو تعلیم سے محروم نہیں رکھا جائے گا مگر یہ نظام یقیناً آج کے مخلوط نظام کی طرح نہیں ہو گا اسلامی حدود کی پابندی ہو گی ہر شعبے میں عورتوں کی تعلیم کا انتظام ہو گا ضرورت پڑنے پڑا اسلامی حدود میں رہتے ہوئے عورت مرد کا کام میں ہاتھ بٹا سکتی ہے۔[120]

عورت کے حقوق کے حوالے سے تفہیم القرآن میں بیان کیا گیا ہے اسلام نے مختلف طریقوں سے عورت کی معاشی حالت کو بہتر بنایا ہے وراثت میں وہ باپ، شوہر، بیٹے سے حصہ لیتی ہے شوہر سے مہر حاصل کرتی ہے اپنا روپیہ پیسہ تجارت میں لگا کر منافع حاصل کر سکتی اس کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہوتا ہے اور اس پر کسی قسم کی معاشی ذمہ داری نہیں ہوتی۔[121] جبکہ اقوام متحدہ کی کانفرنسز کے زیر اثر عورت کی پر سکون زندگی میں تذلذل پیدا کر دیا ہے۔ اقوام متحدہ نے خواتین کی ترقی کے نام پر جنسی حدود پامال کی ہیں۔ آج مسلمان ملک خواتین کو مغربی طرز کا تحفظ دینے کی کوشش میں ان حدود و قیود کا خاتمہ کر چکے ہیں۔ اگر صرف پاکستان میں ہی دیکھا جائے تو 2006ء میں "Protection of Women (Criminal Laws Amendment) Act, 2006" پاس کیا گیا جس میں اقدام زنا، مبادیات زنا، بوس و کنار کی سزائیں خواتین کے لیے منسوخ کر دی گئیں۔[122] اسی طرح آج کے جدید طرز حیات نے مسلمان ثقافت میں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ بعض خواتین کے سر سے سکارف اتر چکا ہے اور جو اسے اختیار کیے ہوئے ہیں ان میں اکثریت بناوٹ اور خوبصورتی کے

لیے اس کا استعمال کرتی ہیں۔ بعض نوجوان منشیات کے عادی ہو چکے ہیں تو بعض عبادات روزہ و نماز سے دور ہیں۔ محقق لا ٹہیم اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ جدت کی آڑ میں مسلمان نوجوان درست طریق سے ہٹ چکے ہیں اور اس کے زیر اثر مسلمان معاشرہ مغربی تہذیب و ثقافت کی غلامی اختیار کر رہا ہے۔[123] اس طرح ایسی صورتحال کے پیش نظر ہم دیکھتے ہیں اقوام متحدہ کے ترقیاتی اھداف میں عورت کی آزادی مرد کے شانہ بشانہ سماجی معاملات میں شرکت ہے اور اخلاقی حدود کی صورت میں بغاوت ہے۔ ابوالحسن ندوی اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ مغربی دعوت و تحریک کے نتیجے میں عورتوں میں بے پردگی، آزادی و بے حجابی کا رجحان پیدا ہو گیا ہے اور قدیم آداب و رسوم باپ یا شوہر کے اقتدار کے خلاف بغاوت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔[124]

اسلام نے روزگار کے حصول کے لیے پاکیزہ طریقے سے رزق کمانے کا حکم دیا ہے۔

نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع اور اسلام:

اسلامی تناظر میں بات کی جائے تو اسلام رزق اللہ کی طرف سے ہے وہی کل کائنات کی ہر ذی شے کا رازق ہے سورۃ ہود آیت 6 میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ رزق دینا اللہ کے ذمہ ہے۔[125]

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو رزق کی تلاش میں کوشش کرنے کا حکم دیا ہے کسب حلال کی تعلیم دی ہے۔ سورۃ جمعہ کی آیت 10 میں اس بابت میں ارشاد ہے کہ

> فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔[126]

یعنی کہ عبادت کے بعد ایک فریضہ رزق کی تلاش بھی ہے۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے کہ وہ اپنی کوشش کے مطابق اس سے زریعہ معاش تلاش کرے۔ اسلام پاکیزہ طریقے سے رزق کی تلاش کا حکم دیتا ہے خرید و فروخت میں نقائص کو بھی واضح کرنے کا حکم دیتا ہے اسلام ماپ تول میں کمی کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ قوم مدین پر عذاب الہیٰ کا سبب انکی رزق کے حصول میں ناجائز طریقے یعنی ناپ تول میں کمی کرنا تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے الاعراف کی آیت 56،57 میں بیان فرمایا ہے۔[127]

اقوام متحدہ کے اجلاس کے اعلامیوں میں روزگار کے حصول کی فراہمی پر زور دیا گیا ہے ریاست کو نوجوانوں کے لیے روزگار کی فراہمی یقینی بنانے کی پرزور حمایت کی گئی ہے۔ اسلام بھی نوجوانوں کو رزق کی تلاش میں نکلنے کا حکم دیتا ہے مگر ساتھ ساتھ رزق کے حصول کے اصول بھی بیان کرتا ہے۔ اسلامی احکامات کی روشنی میں حلال رزق کے حصول پر زور دیا گیا ہے۔ ناجائز طریقوں سے ایک دوسرے کے مال ہتھیانے کی ممانعت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[128]

ماپ تول میں کمی کی ممانعت آئی ہے۔ قوم مدین پر عذاب ہی اس سبب سے تھا کہ وہ ماپ تول میں کمی کرتے تھے۔ ان احکامات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام رزق کمانے کا حکم دیتا ہے تو ساتھ ساتھ باعزت روزگار کے طریقے بھی واضح کرتا ہے اور حلال رزق کی تلاش کا حکم دیتا ہے اور حلال رزق کو بھی اگر ناجائز طریقے سے حاصل کیا جائے تو اس کی ممانعت کرتا ہے

۔

غربت وافلاس کا خاتمہ اور اسلام:

اسلام غربت وافلاس کے خاتمے کے لیے محنت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ باہمی اخوت وایثار کے احکامات کا حکم دیتا ہے اسلام غربت کے خاتمے کے لیے زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے زکوۃ ہی وہ طرز ہے جس کی ادائیگی سے عہد فاروقی میں کوئی غریب ومفلس نہ تھا۔ یہاں تک کے غیر مسلم بزرگ جو جزیہ ادا نہ کرپاتے انہیں بیت المال سے وظیفے دیئے جاتے تھے۔[129]

غربت کے خاتمے کے لیے اسلام قید وبند میں اور مفلس لوگوں کو صدقات وخیرات کے لیے مال دینے کا بھی حکم دیتا ہے۔

سورۃ دھر میں نیکوکاروں کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ یتیموں مسکینوں کی دادرسی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا[130]

غربت وافلاس کا خاتمہ ایسے ہی ممکن نہیں کہ ریاستوں کو غربت کا خاتمہ کرنے کے لیے ملازمتیں رینے کی جانب ابھارا جائے یا ضرورت اشیاء کو کم قیمت فروخت کیا جائے بلکہ حقوق العباد کی ترویج غربت کو ختم کرنے کا سبب ہے جسے اسلام نے اخوت وبھائی چارے سے واضح کیا ہے۔ جس کے لیے زکوۃ، صدقات کا نظام متعارف کروایا ہے جسے لوگ اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے انجام دیتے ہیں۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ اسلام کے اصول دائمی اثرات کے متحمل ہیں۔

منشیات کا خاتمہ اور اسلام:

اسلام منشیات کی حرمت کو بیان کرتا ہے اور ہر اس شے کو جو انسانی عقل پر پردہ ڈالے اس سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔[131]

اسلام نے نوجوان نسل کو ان تمام احکامات سے آگاہ کیا ہے جو اس کی فلاح کا باعث ہیں اور ان تمام سے منع کیا ہے جو اس کے لیے تباہی اور بربادی کا باعث ہیں۔اقوام متحدہ کی کانفرنسز میں منشیات کی آزادانہ خرید و فروخت پر تو پابندی لگائی گئی ہے مگر چھپ کر منشیات کے استعمال کی شرح پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اسلام نے منشیات کی حرمت کا حکم دینی فریضہ میں قرار دیا ہے اور اس کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ حالت نشہ میں انسان اپنے حواس سے آشنا نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں انسان کسی دوسرے کو نقصان پہنچا سکتا ہے، گالی بکتا ہے کسی کی عزت پامال کرتا ہے لہذا اسی لیے اسلام نے اس جڑ کا ہی سد باب کر دیا ہے جو سارے فساد کا باعث بنے۔ ایک مسلمان کی جان مال دوسرے پر حرام ہے اور نشہ کی حالت میں انسان دوسرے کی جان مال کا تحفظ عمل میں نہیں لا سکتا ہے۔ نشہ آپسی عداوت اور دشمنی کو ہوا دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ[132]

اس طرح نشہ میں مبتلا حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اس کی شدید حرمت کا حکم دیا ہے۔

مسلح تصادمات میں نوجوانوں کا تحفظ اور اسلام:

اسلام نے جنگ و جہاد کے جو اصول دیئے ہیں ان جیسی مثال نہیں ملتی۔ اسلام تمام انسانوں کو مساوی حقوق دیتا ہے دوران جنگ بے گناہ افراد، بوڑھوں، عورتوں، بچوں پر زور بازو آزمانے سے منع کرتا ہے مغلوب ہو جانے والی قوم پر ظلم سے منع کرتا ہے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے سورۃ المائدہ کی آیت 32 میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔[133]

اسلام میں اپنے دفاع میں اپنے جان، مال کی حفاظت میں جان دینا شہادت کے درجے میں آتا ہے۔اس حوالے سے نبیؐ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنی جان، مال، دین یا گھر والوں کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔[134]

جبکہ اقوام متحدہ نے جنیوا کنونشن میں ان حقوق کا بیان کیا ہے جب سابقہ عالمی جنگیں انسانیت کو تباہ کر چکی ہیں۔ جبکہ اسلام تو جنگی قیدیوں کے ساتھ بھی سلوک کا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا سورۃ محمد آیت 4 میں ارشاد ہے کہ

اس کے بعد (قیدیوں) یا تو احسان سے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ جنگ کا بازو ٹوٹ جائے۔[135]

اسی طرح اسلام نے جنسی برائیوں کی سخت مخالفت کی ہے اور انہیں حرام قرار دیا ہے۔تاکہ ایک معاشرے میں نوجوانوں کو باعزت اور سازگار ماحول مل سکے۔

جنسی بے راہ روی کا خاتمہ اور اسلام:

اسلام نے روز اول سے ہی بے حیائی اور برائی کا خاتمہ کیا ہے۔ نماز کو نوجوانوں کے لیے بے حیائی اور برائی سے دور رہنے کا ذریعہ بنایا۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ[136]

اسلام ایسی بیماریوں کے اسباب کا ہی قلع قمع کرتے ہوئے پاکیزہ طور سے نکاح کا حکم دیتا ہے۔ سورۃ مائدہ آیت 5 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِىٓ اَخْدَانٍ ۗ[137]

یعنی پاک دامن عورتوں کو مہر کے بعد حلال کیا گیا ہے اور بدکاری کی بجائے پاکیزہ طور سے نکاح کا حکم دیا گیا۔اسلام نے بدکاری سے منع کیا ہے سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے کہ

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا۔[138]

اسلام ایسے ہر کام سے منع کرتا ہے جس سے برائی اور نقصانات کا اندیشہ ہو۔ نبیؐ اکرم نے نوجوان نسل کو بد افعال و حرکات سے باز رکھنے کے لیے فرمایا کہ

اے نوجوانوں کی جماعت اگر تم میں کسی کو شادی کرنے کی قدرت ہو تو اسے شادی کر لینی چاہیے کیونکہ یہ آنکھیں نیچی رکھنے اور بدکاری سے نجات کا ذریعہ ہے۔[139]

آج جنسی بیماریوں کی بڑھتی ہوئی شرح نے اقوام متحدہ کی کانفرنسز میں اعلامیوں کا آغاز کیا ہے اور اس کے لیے اقوام متحدہ کی کانفرنسز نوجوان نسل کو نئے حیلے اور طریقے بتانے پر ابھار رہی ہے۔ اقوام متحدہ کی بیجنگ کانفرنس 1995ء میں اور آبادی و ترقی کی کانفرس 1985ء میں نوجوان نسل کو محفوظ طریقہ ناجائز تعلقات کے طریقے بتائے گئے ہیں تاکہ بیماریاں روکی جا سکیں۔ جبکہ اس کے کوئی مثبت نتائج سامنے نہیں آئے اور معاملات سنگین صورت حال اختیار کر چکے ہیں۔

حاصل بحث:

اقوام متحدہ نے انسانی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے بہت سی پالیسیز کا نفاذ کیا اور اس کے لیے ممبران ممالک حکومتوں سے تعاون اور معاونت کی قرار دادیں بھی پاس ہوئیں۔ مختلف ممالک نے اپنی ضروریات اور احتیاجات کے باعث ان پالیسیز کو اپنے ممالک میں عملی طور پر نافذ کیا۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ آج سالوں بعد جب مغرب اپنی تحقیق کے بعد کسی چیز کو درست یا غلط قرار دے رہا ہے اسلام نے وہ اصول وضوابط آج سے صدیوں پہلے بتا دیئے ہیں اور ان پر عمل کا حکم دیا ہے لہذا تمام اسلامی ممالک میں اولین اتباع اسلامی قانون وضوابط کی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اسلام کا ہر حکم ہر قسم کے منفی اثرات سے پاک ہے اور کسی خاص وقت اور مدت کے لیے نہیں تا قیامت کے لیے ہے۔ اسلامی اصول وضوابط کی پیروی سے ہی انسانیت کی فلاح وبقا ممکن ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر داؤد اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ

> Youth who have registered their names on the terrain of history, They spread the light of Islam to every corner of the world. They were successful because they adhered strictly to the moral principles of Islam. That explains why they were not misled by the glamour of materialism attached to the position of power which they occupied.[140]

اقوام متحدہ کے ترقیاتی اقدامات برائے نوجوانان میں یہ طرز بھی غالب ہے کہ ہر ترقی کو مادیت پرستی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تعلیم کا تعلق روزگار کے حصول سے جوڑا گیا ہے، روزگار کا تعلق غربت کے خاتمے سے لیا گیا ہے۔ اخلاقیات اور اقدار کا کوئی ماخذ موجود نہیں۔

آج ہماری نوجوان نسل کو اپنے افکار میں تازگی لانے کی ضرورت ہے آج نوجوان نسل کو معاشرے کے لیے ترقی کا سامان بننے کے لیے اپنی زندگی کے مقصد کو جاننے کی ضرورت ہے کہ اللہ نے انسان کو حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا جو حکم دیا

ہے اس تک معرفت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔آج مسلمان نوجوانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ یاس وناامیدی کو حاوی نہ ہونے دیں اور کامیابی کی امید کے ساتھ ایک مسلم نوجوان کا کردار نبھائیں۔اللہ پاک نے عالم اسلام کو بے تحاشا انعام واکرام ،مادی و فکری(تیل ومعدنیات، علم و، معرفت)صلاحیتوں سے نوازا ہے۔اور جب اسلام میں نوجوانوں نے اسلام کے لیے شجاعت و بہادری کی اعلی مثالیں قائم کیں حضرت ابو بکر صدیق نے اسلام کی سربلندی کے لیے بہت سی مشکلات پر قابو پایا ۔مانعین زکوۃ کے مسائل ہوں یا مرتدین یا پھر نبوت کے داعویدار اللہ اور رسولؐ کے احکامات پر چلتے ہوئے تمام پر فتح پائی۔ اس حوالے سے ندوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے علاوہ بنو امیہ اور بنو عباسیہ کی خلافت میں خلفاء نے دنیاوی معاملات کو دنیا سے الگ کر دیا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مفتوحہ علاقے دوبارہ مغلوب قوموں کے قبضے میں چلے گئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اسلامی اقدار کو پس پشت ڈالا۔[141]

اسی طرح مسلمان نوجوانوں کے لیے ایک واضح راہ عمل ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے انسانیت کی فلاح کے لیے اپنی کوششیں صرف کریں اور ان اقدامات کی کھلی تردید کریں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روگردانی کا باعث بنیں ۔اقوام متحدہ نے نوجوانوں کے لیے ترقی کے جو ھدف قائم کیے ہیں ان میں خاص تہذیب اور ثقافت کا کا پابند بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔اسے ترقی اور خوشحالی کی ضمانت کہا جاتا ہے۔نوجوان نسل کو چاہیے کہ برائی کو روک کر ظلم وناانصافی کے خلاف آواز بلند کریں اور غفلت میں پڑے اور طاقت کے نشے میں مدہوش لوگوں کو راہ راست پر لانے میں اپنا کردار ادا کریں۔کیونکہ اسلام مدد کا حکم دیتا ہے چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔مظلوم کی مدد تو اسے ظلم سے بچا کر کی جاسکتی ہے اسی طرح ظالم کی مدد اسے ظلم سے روک کر اور غضب اللہ سے بچا کر کی جاسکتی ہے۔ایسا نوجوان جو اپنے دین، کردار واخلاق کی حفاظت کے ساتھ غلط حرکات اور فسق وفجور سے باز رہتا ہے وہی مرد مومن جو دوسروں کے لیے مشعل راہ اور دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوگا۔آج اقوام متحدہ کی کانفرنسز کے اثرات مسلمان ممالک پر بھی شروع ہو چکے ہیں۔آج اس حوالے سے متعلقہ تنظیموں ، حکومتوں اور انفرادی طور پر نوجوانوں کی ذمہ داری ہے کہ نوجوانوں کے مسائل کے خاتمے کے لیے اسلامی تعلیمات کو روشناس کروائیں۔[142] لیکن مقصد اقوام متحدہ کے ان نکات کو ھدف بنانا نہیں ہے ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اسلام نے ان نکات کے حوالے سے جو تعلیمات دی ہیں ہمیں انہیں اپنا دینی اور دنیاوی فریضہ مانتے ہوئے ماننا یا اس سے انکار کرنا ہے۔اقوام متحدہ کی کسی بھی پالیسی پر عملدرآمد ہمارا ھدف نہیں بلکہ ان معاملات میں مثبت نتائج ہمارا ھدف ہونا

چاہیے۔لہذا امت مسلمہ کو سورۃ آل عمران کی آیت 103 کی روشنی میں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت ہے ۔تاکہ نوجوان نسل کی فلاح وترقی ممکن ہوسکے۔اور آنے والی نسلیں اپنی اقدار محفوظ بنا سکیں۔

حوالہ جات وحواشی (Refences)

1 آل عمران2:138　　Ale Imran, 2:138

2 القیامۃ19:75　　Alqiamah ,19:75

3 اصفہانی،ابوالقاسم،حسین بن محمود راغب،المفردات فی غرائب القرآن،مکتبہ نزار مصطفی الباز،ریاض،سعودی عرب،ص:416

Asfahani abu al Qasim bin Mehmood Raghib, Al mufradat fi Gharaib Al Quran , Maktabah nazaar Mustafa albaz , Riazdh, KSA, P.416.

4 ابن منظور،لسان العرب،دار صادر،بیروت،1414ھ،ص531/4

Ibn e Manzoor, Lisan ul Arab, Dare Sadir, Beirut,1414 AH, P.531/4

5 اصفہانی،المفردات فی غرائب القرآن،ص:416

Asfahani, Almufradat fi Gharaib Al Quran, P.416

6 بخاری،علاءالدین،کشف الاسرار شرح اصول بزدوی،دارالکتاب الاسلامی،بیروت،ص275/3

Bukhari, Alauddin, Kashf ul Asrar Sharah Bazdavi, Dar alktab alislam , Biarut, P.275/3

7 آلوسی،شہاب الدین، محمود بن عبداللہ،روح المعانی،دارالکتب العلمیہ،بیروت،ص236/14

Aloosi, Shahab ud din, Mehmood bin Abdullah ,Roohul Maani, Daralkutub Al Ilmia, Beirut, P.236/14

8 بیضاوی،ناصرالدین،عبداللہ بن عمر،نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول،عالم الکتب،بیروت،ص11/4

Baizawi, Nasir ud din , Abdullah bin Umer, Nihaiyatul sual fi sharah minhajal usool,Alimulkutub, Beirut , P.4/11

9 غزالی،ابو حامد، محمد بن محمد،المستصفی فی علم الاصول،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،1417،ص266/2

Ghazali, Abu Hamid, Muhammad Bin Muhammad , Al Mustasfa fi ilmul usool ,Moassasa tu risala , Beirut,1417 AH, p.266/2

10 مالک بن انس،الموطأ،دار احیاء التراث العربی،بیروت،کتاب العقول،باب العمل فی عقل الاسنان،ص862/2

Malik bin Anas, Al Muwatta, Dar e Ahya alTturaas al Arabi, Beirut, Kitab ul Aqool ,Bab ul amal fi aql ul asnan , P.862/2

11 ابن عاشور، محمد طاہر بن محمد،التحریر والتنویر،الدار التونسیۃ للنشر،تیونس،1984،ص72/20

Ibn Ashoor, Muhammad Tahir bin Muhammad, Al tahrir wa tanwir, Dar ul Altunisia lin nasher ,Tunisia,1984 AD, P.72/20

12 اصفہانی،المفردات فی غریب القرآن،ص320

Asfahani, Al Mufradat fi Gharaib Al Quran, P.320

13 الزرکشی،بدر الدین، محمد بن عبد اللہ،البرھان فی علوم القرآن،دار احیاء الکتب العربیۃ،بیروت،ص19/1

Al Zarkashi, Badruddin, Muhammad bin Abdullah , Alburhan fi uloom ul Quran, Dare Ahya ul kutub al Arabiya, Beirut, P.19/1

14 ملخص حوالہ بالا19/1　　Ibid P.19/1

15 تھانوی،اشرف علی،مولانا،التقصیر فی التفسیر، بشمولہ"مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار اور تنظیم فکرولی اللہی کے نظریات کا تحقیقی یجائزہ"،مؤلفمفتیرضوان،ادارہ غفران،راولپنڈی2014ء،ص:36-35

Thanvi, Ashraf Ali, Molana, Altaqseer fi Tafseer, Mufti Rizwan, Idara e Ghufran, Rawalpindi 2014 AD, P.35-36

16 تھانوی،اشرف علی،مولانا،شریعتوطریقت،ادارہاسلامیات،لاہور،ص:418

Thanvi, Ashraf Ali, Molana, Shariat wa tareeqat, idara e islamiat, Lahore, P.418

17 شاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات فی أصول الفقہ، دار المعرفۃ، بیروت، ص403/3

Shatibi, Ibrahim bin Musa, Almuwafaqat fi Usul fiqh , Darul maarifat , Beirut, P.403/3

18 حوالہ بالا،404/3　　Ibid, P.403/3

19 حوالہ سابق　　Ibid

20 حوالہ سابق　　Ibid

21 الحشر،2:59　　Al Hashr,2;59

22 جصاص، ابو بکر، احمد بن علی، أحکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص573/3

Jassas,Abu Bakr,Ahmed bin Ali,Ahkam ul Quran, Darul kutubAlilmia,Beirut, P.573/3

23 النازعات،26:79　　Al Naziaat,26:79

24 یوسف،111:12　　Yousuf,111:12

25 النحل،66:16　　Al Nahl,66:16

26 النور44:24　　Al Noor,44:24

27 دہلوی، ولی اللہ، شاہ، الفوز الکبیر مع فتح الکبیر فی اصول تفسیر، مطبع علیمی، دہلی، ص:39

Dehlvi,Waliullah,Shah,Al Fauzul Kabir ma Fathul kabir fi Usul e Tafseer, Maktba Aleemi,Dehli,P.39

28 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، کتاب الجنائز، باب موعظۃ المحدث عند القبر، ص96/2

Bukhari,Muhammad bin Ismail,Sahih Bukhari,Dare Toqulnajat, Kitabul janaiz,bab maoizatul mohdis indal qaber , P.96/2

29 دہلوی، ولی اللہ، شاہ، الفوز الکبیر مع فتح الکبیر فی اصول تفسیر، ص39

Dehalvi,Waliullah ,Shah ,Alfauz ul kabir maa Fathul kabirfi Usule tafseer, p.39

30 قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق آدم، ص2036/4

Qushairi,Muslim bin Hajjaj,Sahih Muslim,Dare ahyaulturass Al Arabi,Beirut, Kitabul Qader, Bab kayfiat khalqe Adam . P.2036/4

31 دہلوی، ولی اللہ، شاہ، الفوز الکبیر معفتحالکبیر فی اصول تفسیر، ص39

Dehlvi,Waliullah, shah ,Alfauzul Kabir maa Fathul Kabeer fi usule tafseer, P.39

32 تھانوی، اشرف علی، مولانا، خطبات حکیم الامت، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ص422/20

Thanvi,Ashraf Ali, Maulana, Khutbat hakeem ul ummat, Idarae talifat ashrafia ,Multan ,P.422/20

33 حوالہ بالا، ص423/20 Ibid P. 423/20

34 حوالہ سابق Ibid

35 شاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات في أصول الفقہ، ص398/3

Shatibi,Ibrahim bin Musa,Almuwafiqat fi usule fiqh,P.398/3

36 دہلوی، ولی اللہ، شاہ، الفوز الکبیر، ص39

Dehlvi,Waliullah, Shah, Alfauz ul Kabir, P.39

37 تھانوی، اشرف علی، مولانا، خطبا تحکیم الامت، ص424/20

Thanvi,Ashraf Ali, Maulana, Khutbaat Hakeem ul ummat, P.424/20

38 تھانوی، اشرف علی، مولانا، شریعت وطریقت، ص421

Thanvi,Ashraf Ali, Maulana, Shariat o Tareeqat, P.421

39 تھانوی، اشرف علی، مولانا، التقصیر فی اصول التفسیر، ص:88

Thanvi,Ashraf Ali, Maulana,Altaqseer fi Usul e tafseer, P.88

40 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الفال، ص135/7

Bukhari,Muhammad bin Ismail,Sahih Bukhari, Kitab Altib, Babul faal,P.135/7

41 فیروز آبادی، ابو طاہر، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ص1041/1

Ferozabadi,Abu Tahir,Muhammad bin Yaqoob, Alqamoosulmuheet, Muassasatu rissala,Beirut,1041/1

42 شیبانی، ابو عبد اللہ، احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند ابی ہریرۃ، ص528/15

Shaibani,Abu Abdullah,Ahmed bin Hanbal, Musnad Ahmed, Muassasa tu risala,Beirut, Musnad Abi Huraira, P.528/15

43 قرافی، شہاب الدین، احمد بن ادریس، انوار البروق فی انواء الفروق، عالم الکتب، بیروت، ص240/4

Qarafi,Shahabuddin,Ahmed bin Idrees,Anwarul burooq fi anwarul Farooq, Alimul kutub, Beirut, P.240/4

44 قرافی، انوار البروق فی انواء الفروق، ص240/4

Qarafi,Anwarul burooq fi anwaul furooq, P.240/4

45 ترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، مصطفی البابی حلبی، مصر، ابواب السیر، باب ماجاء فی الطیرۃ، ص161/4

Tirmizi,Abu Isa,Muhammad bin Isa, Sunan Tirmizi,Mustafa albabi halabi,Egypt, Abwabu siar, Bab ma jaa fee tiara.P.161/4

46 سجستانی، ابو داود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، دار الکتاب العربی، بیروت، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، ص27/4

Sijistani,Abu Dawood,Suleman bin Ashath, Sunan Abi Dawood, Darul kitab Alarabi,Beirut, Kitab ul tib, Bab ee tiara,P.27/4

47 قرافی، انوار البروق فی انواء الفروق، ص241/4

Qarafi,Anwarul burooq fi anwaul Furooq, P.241/4

48 شیبانی،ابوعبداللہ،احمد بن محمد بن حنبل،مسند احمد،مسند ابی ہریرۃ،ص391/2

Shaibani,Abu Abdullah,Ahmed bin Muhammad bin Hambal,Musnad Ahmed,Musnad abi Huraira, P.391/2

49 قرافی،انوارالبروق فی انواءالفروق،ص241/4

Qarafi,Anwarul burooq fi Anwaul Furooq, P.241/4

50 تھانوی،اشرف علی،مولانا،التقصیر فی اصول التفسیر،ص87

Thanvi,Ashraf Ali,Maulana, Altaqseer fi usul e tafseer, P.87

51 قرافی،انوارالبروق فی انواءالفروق،ص240/4

Qarafi,Anwarul burooq fi anwaul Furooq,P.240/4

53 البہوتی،منصور بن یونس بن صلاح الدین،حنبلی،کشاف القناع عن متن الإقناع،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،137/1

Albahooti,Mansoor bin Younusbin Salahuddin,Hambli,Kashaaful qannaa en Matan ul iqnaa,darul kutub alilmia,Beirut, P.137/1

[53]Ahmad Bin Hanbil, Musnad, MaktabaRahmania , Little Star Printers, Vol 8, P 151, Hadith 17371

[54] United Nations Charter of Human Rights, Retrieved on 2/2/2020, https://www.un.org/en/universal-declaration-human-rights/

[55] Dye, Thomas R, Understanding Public Policy, Englewood Cliffs Prentice Hall Publications , 1972,p3

[56]Cambridge Advance Learner Dictionary, Cambridge university Press Publications New Yok , 2008

[57] United Nations Department of Economic and Social affairs, Formulations of national Youth policies, Retrieved on 30/3.2020, https://www.un.org/development/desa/youth/what-we-do/what-can-you-do/formulate-national-youth-policies.html

[58] United Nations Department of Economic and Social Affairs, World Programme Action for Youth, 2010, p 10

[59] United Nations Department of Economic and Social Affairs, International Youth day 12 August 2019, Retrieved on 2/2/2020,https://www.un.org/development/desa/youth/wp-content/uploads/sites/21/2019/08/WYP2019_10-Key-Messages_GZ_8AUG19.pdf

[60] Universal Declaration of Human rights, General Assembly resolution 217 A (III) of 10 December 1948, p 2 ,Retrieved on 16/2/2020, http://wwda.org.au/wp-content/uploads/2013/12/undechr1.pdf

[61] Mexico Conference Report 1975 Litho in United Nations , UNESCO United Nations Publications, New York ,1976, p42, Retrieved on 2/2/2019, https://www.un.org/womenwatch/daw/beijing/otherconferences/Mexico/Mexico%20conference%20report%20optimized.pdf

[62]Report of the World Conference in Copenhagen 1980, United Nations Publications New York, 1981, p 311, Retrieved on 2/3/2019, http://www.un.org/womenwatch.daw/beinjing/otherconference/copehagen /copenhagen%20ull%20optimize.

[63] United Nations Educational, Scientific and Cultural Organization Education Conferences, Retrieved on 3/3/2019, http://www.unesco.org/new/en/world-conference-on-ecce/unesco-education-conferences/

[64] Sustainable Development Goals 2030,Goal 4, UN Educational, Scientific and Cultural Organization publications, Retrieved on 21/2/2019, https://www.un.org/sustainabledevelopment/education/

[65]Colin N. Power, 50 Years of Education , UNESCO , 1997, p 17

[66]Hubler,Freidrich, International Educational Statistics: Disparity Between Male and Female Literacy Rate, Retrieved on 22/2/2020, https://huebler.blogspot.com/2008/05/literacy.html

[67] Adele Wood , Facts about European NGOs Active in International Development , France, Publications ii Rue Andre Pascal , 2000, p 25

[68] Global Education Monitoring Report, Meeting Commitments Are Countries on Track to Achieve SDG4, UNESCO, 2019, p 4-6

[69]United Nation General Assembly Resolution A/RES/58/131,Cooperative in Social Development, 2004, p2, Retrieved on3/3/2019, https://undocs.org/en/A/RES/58/131

[70] Youth Participation , United Nation Publication , Retrieved on 2/2/2020, https://www.un.org/esa/socdev /documents/youth/fact-sheets/youth-participation.pdf

[71]Report of the World Conference in Copenhagen 1980, United Nation Publications New York, 1981, p 311, Retrieved on 2/3/2019,http://www.un.org/womenwatch.daw/beinjing/otherconference/copehage n /Copenhagen%20ull%20optimize.

[72] Report of the World Conference to Review and Appraise the Achievement of the United Nation Decade for Women: Equality , Peace and Development , Nairobi 15-29 July 1985, United Nation Publications New York 1986, p 311, retrieved on 16/2/2020, https://digitallibrary.un.org/record/113822?ln=en

[73] Yan Thomas , The Division of the Sexes in a Roman Law in a History of Women from Ancient Goddesses to Christian Saints , Harvard University Press, 1991, p 134

[74] Commission on the Status of Women , United Nations ECOSOC Resolution 11(II) of 21 June 1946,p 525,526 retrieved on 16/2/2020, https://undocs.org/en/E/RES/11(II),

[75] International Labor Organization (ILO), World Employment and Social Outlook:Trends for Women 2018: Global Snapshot (Geneva, 2018). Available at: http://www.ilo.org/wcmsp5/groups/public/-reports/documents/ publication/wcms_619577.pdf

[76]Report of the Fourth World Conference on Women Beijing, 4-15 September 1995,United nations publications New York 1996, p 31,33,Retrieved on 3/3/2019, http://www.ohchr.org/EN/pages/welcomepage.aspx.

[77]Paula MacDonald, Women in Representatives in Local Government International Case Studies, Routledge Research in Comparative Politics, 2011, p 31-33

[78]Augusto Lopiz Claros, Women Empowerment : Measuring the Global Gender Gap, World Economic Forum , 2005, p73

[79]Grant Thornton, Women in Business Report: Building a Blueprint for Action, 2019, p5

[80] World Conference on Human Rights, Vienna 14-25, June 1993, A/CONF.157/24(part 1)13 October 1993, United Nation Publications, p 30-47, Retrieved on3/3/2019, http://www.un.org/popin/icpd/conference/offeng/poa.html

[81] Number of Young Unemployed People Worldwide Until 2019, Statista Research Department, Retrieved on 2/2/2020, https://www.statista.com/statistics/279823/number-of-young-unemployed-people-worldwide/

[82]Report of the Mexico World Conference 1975, United Nations Publications, New York, 1976, Retrieved on 2/2/2020, http://www.un5wwc.org.index.html.=/conference/?%201976.Econ.646/34

[83]Report of the United Nations World Conference Nar Pal Plata, 14-25 March 1977, United Nations Publications Sales no 77.11.a.12, Retrieved on 2/2/2020,http://www.un.org/womenwatch/daw/Beijing/otherconference/html

[84] Report of the Fourth World Conference on Women Beijing, 4-15 September 1995,United Nations Publications , New York, 1996,p 38-39,http://www.ohchr.org/EN/pages/welcomepage.aspx

[85] Health for the World's Adolescents A Second Chance in the Second Decade,WHO, Retrieved on 2/2/2020, http://apps.who.int/adolescent/ second-decade/files/1612_MNCAH_HWA_Executive_Summary.pdf

[86] World Health Statistics Overview2019,Monitring Health for the Sustainable Development Goals, WHO,2019, p 12-28, https://apps.who.int/iris/bitstream/handle/10665/311696/WHO-DAD-2019.1-eng.pdf

[87]Report of the World Conference to Review and Appraise the Achievement of the United Nations Decade for Women: Equality, Peace and Development , Nairobi,15-29 July 1985, United Nations Publications, New York , 1986,Retrieved on 2/2/2020, http;//www.unstats,un.org.unsd/demographic/products/world/women/WW1990.pdf

[88] Global Jobs Pact Policy Briefs, International Labor Orgnization,2014, Retrieved 2/2/2020,from https://www.ilo.org/wcmsp5/groups/public/---dgreports/integration/documents/ publication/ wcms_146811.pdf

[89]Young People are Far More Likely to be in Working Poverty, International Labor Organization , Retrieved on 2/2/2020, https://ilostat.ilo.org/2019/10/16/young-people-are-far-more-likely-to-be-in-working-poverty/

[90] Kristofer Hamel, More than 100 million young adults are still living in extreme poverty,17/10/2019,Retrieved on

3/2/2020,https://www.brookings.edu/blog/future-development/2019/10/17/more-than-100-million-young-adults-are-still-living-in-extreme-poverty/

[91]Report of theWorld Conference in Copenhagen 1980,United nations Publications , General Assembly resolution 3520(XXX) of the 15 Dec 1975, Retrieved on 2/2/2020,http://www.un.org/womenwatech/daw/Beijing/other conference/Copenhagen/Copenhagen%20Full%optimise

[92] Global status report on alcohol and health 2014،WHO, 2014, Retrieved on 2/2/2020,https://apps.who.int/iris/bitstream/handle/10665/112736/978924069276eng.pdf;jsessionid=37C22617697725A6514E7A27982AD67F?sequence=1

[93] Jonathan Shedler and Jack Block, "Adolescent Drug use and psychological health: a longitudinal inquiry", American Psychologist, vol. 45, No. 5 (1990), pp. 612–630

[94] WHO, Fact Sheet on Adolescent health, 2015,retrieved on 2/2/2020,http://www.euro.who.int/en/home

[95]Report of the Sectary general envoys on youth, Youth Stats Substance Abuses, Retrieved on 3/2/2020, https://www.un.org/youthenvoy/wp-content/uploads/2015/06/YouthStatssubstabceabuse.pdf

[96] World Drug report 2019, Retrieved 2/2/2020,from https://www.unodc.org/unodc/en/frontpage/ 2019/June /world-drug-report-2019-35-million-people-worldwide-suffer-from-drug-use-disorders-while-only-1-in-7-people-receive-treatment.html

[97] Oliver Ramsbotham, Hugh Miall , Contemporary conflict resolution , policy publication Cambridge UK,2011,p85

[98]World Conference on Human rights Vienna 14-25 June 1993, A/CONF.157/24(part 1)13 october 19993, United nation publications p 30,47, Retrieved 3/3/2019,from http://www.un.org/popin/icpd/conference/offeng/poa.html

[99] HIV/ AIDS factsheet, Department of Economic and Social Affairs Youth United nations, Retrieved 2/2/2020,fromhttps://www.un.org/development/desa/youth/hiv-aids-factsheet.html

[100] School health and youth health promotion: facts2019, Retrieved 2/2/2020, from https://www.who. int/school_youth_health/facts/en/

[101]Sexual Transmitted infection (STIs) factsheet no 111/2013,published by WHO, Retrieved 2/2/2020,fromwww.who.int/media/center/factsheet/fs110/en/

[102] Global HIV & AIDS statistics 2019 fact sheet, Published by UNAIDs,2019, p 1,2 https://www.unaids.org/sites/default/files/media_asset/UNAIDS_FactSheet_en.pdf

[103] Khurshid Ahmad,IslamiNazriya e Hayat,Shoba e Tasnif o Talif o Tarjumah, Karachi,1986,p433

[104] AzZumar 30:09

[105] AlBaqrah 2:31

[106] Laeheem, K.andBaka, D,A study of the Thai Muslim youth's way of life to maintaining peace in the three southern border provinces of Thailand. Songklanakarin Journal of Social Sciences and Humanities,2010, 16(6), 973-988

[107] International Technical Guidance on Sexuality Education , Sustainable Development, United Nation Educational and Scientific and cultural organizations publications ,2018,p 34-36

[108] World Conference against Racism , Racial Discrimination , Xenophobia and Related Intolerance , Declaration and Program of action , Published by Uited nation department of public information New York,2002, p 79-81

[109] Dawood Adesola ,Hamza, Muslim Youth and Challenges of Development in the Globalized World, Journal of Education and Practice,vol8,No30,2017,p101-115

[110] Al Ana'm 6:152

[111] Al Imran 3:103

[112] Al Baqarah 2:103

[113] Al Anfal8:46

[114] Al Hujurat49:06

[115] IbnQutaybaAbū Muhammad Abd-Allāhibn Muslim,Al-Imamawa al-Siyasa,Matiba' alFutuh, Egypt, 1331 h,vol 1,p 41

[116] Al Nisa 4:3,7,11

[117] Al Nahl16:97

[118] Al Baqarah 2:229

[119] Al Nisa4:4

[120] Maududi, Abu al ‘Ala, Muslim Khawatin key Islam seMutalibat,Islamic Publications Limited, Lahore, p 24,25

[121]Maududi, Abu al ‘Ala,Tafhimul Quran, Islamic Publications, Lahore 2001,vol 1, p 430

[122]The Gazette of Pakistan,Protection of Women (Criminal Laws Amendment) Act, 2006, Retrieved 3/3/2020,fromhttp://www.pakistani.org/pakistan/judgments/2010/fsc_wpb.pdf, 2007,p 2-7

[123]Laeheem, K.andBaka, D,A study of the Thai Muslim youth’s way of life to maintaining peace in the three southern border provinces of ThailandSongklanakarin, Journal of Social Sciences and Humanities,2010, 16(6), 973-988

[124]Nadvi,Abu al Hasan,Muslim MumalikmeinIslamiyataurMagribiyatkiKashmakash, Dar ul Islam publishers, Lahore, 2001,p35

[125]Hud 11:6

[126] Al Jumu’ah62:10

[127] Al A’raf7:56,57

[128] Al Baqarah 2:188

[129] Al-Balādhurī, AḥmadibnYaḥyā,Abi Hassan , Futūh al-Buldān,Matba’ Dar ulKutubulIlmiyah, Beirut, Lebanon,p460

[130]Dahar 76:8

[131] Al Maidah 5:90

[132] Al Maidah5:91

[133] Al Maidah 5:33

[134] Imam Timazi,Eassa Muhammad bin Eassa , JamiyaTirmazi,AbwabulDiyatannRasool SAW: BaabmaaJaafimanquteladoonamalehifahowaShaheed(أَبْوَابُ الدِّيَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ (بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ)
Hadith 1420,Matba Bairootul Islam ,2010,

[135] Muhammad 47:4

[136] Al ‘Ankabut 29:45

[137] Al Maidah5:5

[138]Al Isra 17:32

[139] Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al Jami Al Sahih, Kitab un Nikah, Hadith 5065, Nashr o Isha't AlIhsan Foundation Islamabad,2006

[140]DawoodAdesolaHamza, Muslim Youth and Challenges of Development in the Globalized World, Journal of Education and Practice,vol8,No30,2017,p101-115

[141]NadviAbulHasan Ali, Islam and the world, Sh Muhammad Ashraf, Lahore, Pakistan, 1982, p. 70.

[142]Laeheem, K.Baka, D, Conditions and Problems in the Promotion of Youth's Behaviors in Accordance with the Islamic Way of Life by Muslim Leaders of Ban Sarong, Khao Tum Sub-district, Yarang District, Pattani Province,Asian social Sciences journal by Canadian Center of science and education,2014, 10(17)p 85-92